BASO301CCT

سماجیاتی نظریات

بیچلر آف آرٹس (بی۔اے)

(تیسرا سمسٹر)

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد۔32، تلنگانہ۔بھارت

©Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
Course-Bachelor of Arts
Edition: 2021

ناشر	:	رجسٹرار، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد
اشاعت	:	2021
قیمت	:	
تعداد	:	
ترتیب وتزئین	:	ڈاکٹر محمد اکمل خان، نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد
مطبع	:	پرنٹ ٹائم اینڈ بزنس انٹرپرائزس، حیدرآباد

سماجیاتی نظریات
For B.A. 3rd Semester

On behalf of the Registrar, Published by:
Directorate of Distance Education
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS), Bharat
Director: dir.dde@manuu.edu.in *Publication*: ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

اکائی 2۔ ابن خلدون – سماج کی قسمیں

(Ibn Khaldun – Types of Society)

اکائی کے اجزاء

2.0 تمہید
2.1 مقاصد
2.2 ابن خلدون اور علم عمرانیات
2.2.1 تاریخ کی نظریہ سازی
2.2.2 عمرانیات کی ضرورت
2.2.3 عمرانیات کا موضوع
2.3 ابن خلدون کا تصور عمران
2.3.1 عمران یا سماج کی نوعیت
2.4 سماج کی قسمیں
2.4.1 بدوی سماج
2.4.2 بدوی سماج کی خصوصیات
2.4.3 حضری سماج
2.4.4 حضری سماج کی خصوصیات
2.5 اکتسابی نتائج
2.6 کلیدی الفاظ
2.7 نمونہ امتحانی سوالات
2.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
2.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

2.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
2.8 تجویز کردہ مواد

2.0 تمہید (Introduction)

پچھلی اکائی میں آپ لوگوں نے علامہ عبدالرحمن بن خلدون کی شخصیت، ان کی تعلیم، حالات زندگی اور مختلف حکومتوں میں ان کی سیاسی طالع آزمائی کے بارے میں تفصیل سے پڑھا تھا۔ ابن خلدون کی کتاب مقدمہ ابن خلدون کے بارے میں بھی آپ نے سرسری طور پر جانا تھا۔ اس اکائی میں آپ ابن خلدون اور علم عمرانیات، ابن خلدون کے تصور عُمران (جو تقریباً سماج کے ہم معنی اصطلاح ہے) اور ان کے نزدیک عمران یا سماج کی تقسیم کے بارے میں واقفیت حاصل کریں گے۔

ماہرین سماجیات نے سماج کی مختلف قسمیں اور ان کی خصوصیات بتائی ہیں۔ ابن خلدون سماج کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک بدوی سماج جسے ہم خانہ بدوش سماج (Nomadic Society) بھی کہہ سکتے ہیں اور دوسرا حضری سماج جسے ہم سکونت پذیر سماج (Sedentary Society) بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اصطلاحات جدید سماجیات میں دیہی سماج (Rural Society) اور شہری سماج (Urban Society) سے قریب ہیں۔

ان دونوں سماجوں کی اپنی اپنی خصوصیات ہیں جن پر ہم آگے گفتگو کریں گے۔ کسی بھی شخص کے علمی کام کا جائزہ لیتے وقت اس کے سماجی پس منظر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ سماج سے متعلق ابن خلدون کے تصورات کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی اس بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ انہوں نے اپنے دور کے سماج کا علمی مطالعہ کیا تھا اور اس کی تقسیم کا کام انجام دیا تھا۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- یہ جانیں گے کہ ابن خلدون نے تاریخ کی نظریہ سازی کے ذریعے کس طرح علم عمرانیات کی بنیاد رکھی۔
- یہ جانیں گے کہ ابن خلدون نے عمرانیات میں کن مسائل کو موضوع بحث بنایا۔
- ابن خلدون کے تصور عمران کے بارے میں جانیں گے۔
- ابن خلدون کے نزدیک سماج کی تقسیم سے واقف ہو جائیں گے۔

- بدوی سماج کی اصطلاح کو سمجھ سکیں گے۔
- حضری سماج کے بارے میں جانیں گے۔
- بدوی سماج کی خصوصیات بیان کر سکیں گے۔
- حضری سماج کی خصوصیات بیان کر سکیں گے۔

2.2 ابن خلدون اور علم سماجیات (Ibn Khaldun and Sociology)

علامہ ابن خلدون (27 مئی 1332 – 17 مارچ 1406) نے جدید ماہرین سماجیات سے صدیوں قبل سماج کو سمجھنے اور اس کے سائنسی و معروضی مطالعہ کے لیے ایک خاص علم کی بنیاد رکھی جسے انہوں نے "علم العمران البشري" یا "علم الاجتماع الإنساني" کا نام دیا۔ اسی علم کو آج ہم عمرانیات اور سماجیات (Sociology) کے نام سے جانتے ہیں۔ علم عمرانیات کی تشکیل کا کام انہوں نے تاریخ کو نظریانے کے عمل کے ذریعے انجام دیا تھا۔ ابن خلدون وہ پہلے شخص تھے جنہوں سماج کو علمی اور سائنسی طریقے پر سمجھنے اور اس کے قوانین کو دریافت کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے تاریخ پر ایک مشہور کتاب لکھی جس کا پورا نام "کتاب العبروديوان المبتدا والخبرفی ایام العرب و العجم والبربرومن عاشرهم من ذوی السلطان الاکبر" ہے۔ یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی پہلی جلد میں، جو مقدمہ ابن خلدون کے نام سے مشہور ہے، انہوں نے سماج کی نوعیت، اقسام اور سماجی تبدیلی کے اسباب و علل پر بحث کی ہے۔ ابن خلدون کے نزدیک سماج کی نوعیت اور اس کے قوانین کو سمجھنا تاریخ نگاری میں غلطیوں سے اجتناب کے لیے ضروری ہے۔

2.2.1 تاریخ کی نظریہ سازی (Theorisation of History)

ابن خلدون نے علم عمرانیات کی بنیاد تاریخ کی نظریہ سازی (Theorisation of History) کے ذریعے کی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ابن خلدون نے پہلے تاریخ کی حقیقت متعین کی۔ وہ کہتے ہیں کہ تاریخ دراصل انسانی سماج (Society) اور سماج کو طبعی طور پر پیش آنے والے مختلف احوال یا سماجی ظواہر (Social Phenomena) سے متعلق اخبار و معلومات پر مشتمل ہوتی ہے اسے وہ عمران العالم سے تعبیر کرتے ہیں۔ توحش یا عام لوگوں سے دوری، باہمی میل جول اور انسیت، عصبیت، باہم ایک دوسرے پر غلبہ کی صورتیں، اس کے نتیجے میں بننے والی حکومتیں اور سلطنتیں اور ان کے مراتب، انسانوں کے اعمال و مساعی (کسب، معاش، علوم، صنائع) وغیرہ وہ مختلف حالتیں ہیں جو سماج کو پیش آتی ہیں۔

ابن خلدون سے قبل تاریخ صرف وقائع نگاری کا نام تھی۔ ابن خلدون وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے سیاسی واقعات اور سلطنتوں سے متعلق معلومات کی فراہمی سے آگے بڑھ کر تاریخ کے بین السطور کا مطالعہ کیا اور غور و فکر کے ذریعے واقعات و حوادث کے اسباب و علل کو جاننے کی کوشش کی۔ تاریخی واقعات کا سطحی اور سرسری مطالعہ صرف تاریخ کے "ظاہر" تک محدود ہوتا ہے۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ تاریخ کا ایک "باطن" بھی ہوتا ہے جو اس کے پوشیدہ اور اندرونی معانی کا نام ہے۔ تاریخ کو صرف نقل کرنے والا تاریخی واقعات کو ثبت کرتا ہے اور انہیں اگلی نسلوں کے حوالے کر دیتا ہے جبکہ تاریخ کو تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھنے والا اس کے باطنی معانی کو دریافت کرتا ہے اور واقعات کے اسباب و علل اور ان کے پیچھے کارفرما قوانین کا سراغ لگاتا ہے۔

2.2.2 عمرانیات کی ضرورت

ابن خلدون تاریخ نگاری کی پچھلی کاوشوں کا جائزہ لے کر بتاتے ہیں کہ تاریخ نگاری میں غلط بیانیوں کے مختلف اسباب کیا ہیں مثلاً تاریخ نگاروں کا کسی رائے یا مکتب فکر کی حمایت کرنا، ناقلین کا ثقہ اور قابل اعتماد یا نا قابل اعتماد ہونا، ان کا نسیان، اصحاب مراتب سے ان کی قربتیں وغیرہ۔ ابن خلدون کی رائے میں غلطیوں کے اسباب میں سب سے اہم سبب عمران یعنی انسانی آبادی یا سماج کے احوال یا اس کی نوعیت سے ناواقفیت ہے۔ یہی صحیح اور غلط خبروں میں امتیاز نہ کر پانے کی وجہ ہے۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ تمام تاریخی واقعات طبعی قوانین کے تابع ہوتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں عمرانیات کا علم انسانی تاریخ کو درست طور پر سمجھنے اور اس کے بارے میں غلطیوں میں مبتلا ہونے سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔

2.2.3 عمرانیات کا موضوع

ابن خلدون نے اپنے مقدمے کے آغاز ہی میں ایک نئے اور مستقل علم کی حیثیت سے جس کے اپنے موضوعات ہوں، عمرانیات کا تعارف کرایا۔ ان کے نزدیک اس کا موضوع سماج کے طبعی حالتوں کا بیان مثلاً بدوی سماج سے شہری سماج میں تبدیلی، اس عمل میں سلطنتوں کا قیام، شہری زندگی کی نوعیت بالخصوص شہروں کی معاشی زندگی، مختلف علوم، سلطنتوں کے زوال اور خاتمے کی وجوہات وغیرہ اس علم کے موضوعات ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ علوم اور صنعتیں، حکومت، معاش کے لیے تگ و دو اور مختلف ذرائع سے اس کا حصول اور اس کے اسباب کی فراہمی وغیرہ انسان ہی کی خصوصیات ہیں۔

انہوں نے اپنے مقدمے کے چھ ابواب میں اس علم کے مختلف موضوعات کو بیان کیا ہے۔ یہ ابواب درج ذیل ہیں:

۱۔انسانی سماج، اس کی قسمیں، زمین کے وہ علاقے جہاں انسانی معاشرے آباد ہوئے۔

۲۔بدوی سماج

۳۔ سلطنتیں، بادشاہتیں اور خلافتیں

۴۔شہری سماج

۵۔معاش، ذرائع معاش اور صنعتیں

۶۔علوم اور اس کی قسمیں

2.3 ابن خلدون کا تصور عمران(Ibn Khaldun's Concept of Umran)

ابن خلدون کی سماجی تقسیم کو جاننے سے قبل ان کے تصور "عمران" کو جاننا ضروری ہے۔ عمران جدید سماجیات میں "سماج یا سماجی تنظیم" (Society/ Social Organisation) کی اصطلاحات کے تقریباً ہم معنی ہے اور "علم العمران البشري" کو جدید اصطلاح میں سماجیات (Sociology)یا(Science of Social Organisation) کہا جا سکتا ہے۔ اسی سے اردو میں عمرانیات کی اصطلاح ماخوذ ہے۔

عربی زبان میں عَمَرَ یَعمُرُ عُمرانا ً کا مطلب کسی جگہ پر بسنا اور اسے آباد کرنا ہے۔ وہ تمام چیزیں جو کسی جگہ کو آباد کرنے اور اس کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ضروری ہوتی ہیں ان پر بھی عمران کا اطلاق ہوتا ہے۔ مثلاً زراعت، صناعت، تجارت وغیرہ۔

> عمران کی تعریف:" التساکن و التنازل فی مصر أو حلة للإنس بالعشيرو اقتضاء الحاجات لما فی طباعهم من التعاون علی المعاش" یعنی کسی شہر یا انسانوں کی بستی میں رشتہ داروں کے ساتھ سکونت اختیار کرنا اور ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرنا کیونکہ معاش کے حصول میں باہمی تعاون ان کی فطرت میں ہے۔

ابن خلدون کہتے ہیں کہ انسان فطری طور پر سماجی وجود ہے۔ اجتماعیت کے بغیر اس کا وجود اور بقاء ناممکن ہے۔ وہ غذائی اور دفاعی ضرورتوں کے لیے اجتماعیت کا محتاج ہوتا ہے۔ دوسروں انسانوں کے تعاون کے بغیر وہ تنہا اپنی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔ باہمی تعاون کے ذریعے اپنی ضرورتوں کی تکمیل انسانوں کی سرشت اور جبلت میں موجود ہے۔

ابن خلدون صرف انسانی گروہ یا جماعت (الاجتماع الإنساني) کو جو باہمی تعاون کی ضرورت کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے، عمران نہیں کہتے۔ ان کے نزدیک عمران انسانی اجتماعیت کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ ہر انسانی جماعت پر عمران کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ وہی انسانی اجتماعیت عمران کہلاتی ہے جو کسی شہر، قریہ یا بستی میں سکونت پذیر ہو۔ لہذا کوئی انسانی گروہ اگر ایک تنہا اور الگ تھلگ خاندان کی صورت میں ہو تو اسے عمران نہیں کہیں گے۔ انسانی جماعت جب ایک حرکی معاشرہ میں تبدیل ہو جائے جس میں مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے افراد کے اجتماعی رویوں کو منضبط کرنے والے نظام موجود ہوں تو ایسے معاشرہ کو عمران کہا جاتا ہے۔

ابن خلدون کے الفاظ میں عمران کا مطلب "التساكن و التنازل فی مصر أو حلة للإنس بالعشير واقتضاء الحاجات لما فی طباعهم من التعاون على المعاش" یعنی کسی شہر یا انسانوں کی بستی میں رشتہ داروں کے ساتھ سکونت اختیار کرنا اور ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرنا کیونکہ معاش کے حصول میں باہمی تعاون ان کی فطرت میں ہے۔ جدید سماجیات کی اصطلاح میں اسے سماجی تنظیم (Social Organisation) کہہ سکتے ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک حکومت بھی عمران یا دوسرے الفاظ میں سماج کی ایک ضرورت ہے۔ انسانوں کی طبیعت میں ظلم وعدوان بھی موجود ہے۔ انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ظلم و زیادتی سے بچانے کے لیے کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو انہیں قابو میں رکھے۔ یہ شخص خود انہیں میں سے ہوتا ہے جسے ان پر غلبہ اور اقتدار حاصل ہوتا ہے۔

2.3.1 عمران یا سماج کی نوعیت (Nature of Umran/ Society)

ابن خلدون کے نزدیک تاریخ کا علمی مطالعہ کرنے کے لیے عمران کی نوعیت (Nature) جاننا ضروری ہے۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ تمام احوال جو عمران یعنی سماج کو پیش آتے ہیں یا دیگر الفاظ میں تمام سماجی ظاہرے (Social Phenomena) طبعی قوانین کے تابع ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک عمران یا سماج ایک جامد (Static) چیز نہیں بلکہ ایک حرکی ونامی ظاہرہ (Dynamic and Evolving Phenomenon) ہے۔ وہ تبدیلی کے کئی مراحل سے گزرتا ہے۔ ابن خلدون لکیری تبدیلی (Linear Change) کے بجائے چکراتی تبدیلی (Cyclical Change) کے قائل ہیں۔ ابن خلدون کے سماجی تبدیلی کے تصور بارے میں اکائی 4 میں آپ تفصیل سے جانیں گے۔

2.4 سماج کی قسمیں (Types of Society)

ابن خلدون کے نزدیک سماج (جسے وہ عمران کا نام دیتے ہیں) کی دو قسمیں ہیں:

- بدوی سماج (العمران البدوی)

- حضری سماج (العمران الحضری)

ابن خلدون نے شمالی افریقہ کی ریاستوں کے عروج وزوال کو سمجھنے کے لیے بدوی معاشروں اور حضری معاشروں کی سماجی تنظیم کی خصوصیات میں بنیادی فرق کا مطالعہ کرنا ضروری سمجھا۔ اس فرق کو سمجھنے کے لیے انہوں نے ایک مرکزی تصور دیا جسے وہ عصبیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ عصبیت سے مراد کسی گروہ کے افراد کے درمیان یکجہتی کا وہ احساس ہے جو اس بات کے علم سے پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی آباء و اجداد کی اولاد ہیں۔ اس تصور عصبیت کے بارے میں ہم اگلی اکائی میں تفصیل سے جانیں گے۔ ہم یہاں بدوی سماج اور حضری سماج کی تعریف اور خصوصیات بیان کریں گے۔

ابن خلدون کے نزدیک بدوی سماج اور حضری سماج کی نوعیت میں اختلاف دراصل دونوں سماجوں میں ذریعہ معاش میں فرق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے بقول اجتماعیت کی بنیاد ہی معاش کے حصول میں باہمی تعاون ہے۔ بدوی سماج میں لوگ کسان اور گڈریے ہوتے ہیں اور انہیں کھیتی باڑی اور جانوروں کو چرانے کے لیے کھلی اور وسیع زمین کی ضرورت ہوتی ہے جو شہروں میں موجود نہیں ہوتی۔ بدوی سماج میں معاشی عمل زندگی کی بنیادی ضروریات کی تکمیل ہی تک محدود ہوتا ہے۔ جبکہ حضری سماج میں معاشی عمل کی غرض وغایت بنیادی ضروریات سے آگے بڑھ کر تعیشات کا حصول ہوتا ہے۔

ابن خلدون کہتے ہیں کہ بدوی سماج اور حضری سماج دونوں طبعی ہیں۔ ہر سماج اپنے آغاز میں بدوی سماج ہی ہوتا ہے۔ جب اس کے اندر معاشی خوشحالی آجاتی ہے ضرورت سے زائد کے حصول کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور اچھی غذاوں، عمدہ ملابس کے حصول اور وسیع گھروں، شہروں کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس طرح بدوی سماج ارتقاء پذیر ہو کر حضری سماج بن جاتا ہے۔ ابن خلدون کے نزدیک حضری سماج یا تمدن ہی بدوی سماج کی غایت ہوتی ہے۔

بدوی سماج (العمران البدوي)

بدوی لفظ "بداوت" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے بادیہ نشین ہونا۔ بادیہ ایسی کھلی جگہ کو کہتے ہیں جہاں چارہ اور پانی ہو۔ قدیم زمانے میں عرب اور شمالی افریقہ وغیرہ کے صحرائی علاقوں میں بسنے والے خانہ بدوش قبائل کو بدوی کہا جاتا تھا۔ بدوی سماج سے ابن خلدون شہر کے نواحی علاقوں، پہاڑوں، سبزہ زاروں، ویران زمینوں اور ریگستانوں میں بسنے والے لوگ مراد لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابن خلدون چھوٹے دیہاتوں میں بسنے والے سماج کو بھی وہ بدوی سماج کہتے ہیں۔ بدوی سماج جدید سماجیات میں دیہی سماج (Rural Society) کی اصطلاح کے تقریباً ہم معنی ہے۔

2.3 بدوی سماج کی خصوصیات

ابن خلدون بدوی سماج کی درج ذیل خصوصیات بیان کرتے ہیں:

- بدوی سماج خانہ بدوش ہوتا ہے۔ یہ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی کوئی مستقل جائے سکونت نہیں ہوتی۔
- بدوی سماج حضری سماج کی اصل اور اس پر مقدم ہوتا ہے۔ کیونکہ بدوی سماج حضری سماج کے برعکس صرف بنیادی ضروریات زندگی پر اقتصار کرتا ہے۔ ضروریات زندگی مقدم ہیں ایسی زائد از ضرورت چیزوں سے جو تکمیلی نوعیت کی ہوتی ہیں۔
- بدوی سماج کے لوگوں کا انحصار کھیتی باڑی اور مویشی پروری اور اس سے متعلق کاموں پر ہوتا ہے۔
- بدوی سماج میں معاشی عمل متنوع نہیں ہوتا۔ یہ لوگ مختلف قسم کے پیشوں سے وابستہ نہیں ہوتے۔
- بدوی سماج میں معاشی عمل زندگی کی بنیادی ضروریات کی تکمیل ہی تک محدود ہوتا ہے۔ وہ اپنی اصل اور بنیادی ضرورتوں پر قناعت کر لیتے ہیں۔
- بدوی سماج کے لوگ معمولی غذا کھالیتے ہیں، رہنے کے لیے خیمے گاڑھ لیتے ہیں یا بانسوں سے یا مٹی اور اینٹوں سے یا پتھروں سے کچے جھونپڑے بنالیتے ہیں۔
- بدوی سماج کے لوگ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عیش وعشرت کی زندگی نہیں گزارتے۔
- بدوی سماج کے لوگ بہادر اور جنگجو ہوتے ہیں۔ بدوی سماج کے افراد شہر کے نواحی علاقوں میں الگ الگ رہتے ہیں اور مضبوط در و دیوار کے بغیر کی زندگی گزارتے ہیں اور انہیں اپنا دفاع خود کرنا ہوتا ہے۔ یہ ہمہ وقت مستعد اور مسلح ہو کر زندگی گزارتے ہیں۔ انہیں دفاعی ضرورتوں کے لیے مضبوط اور طاقتور ہونا پڑتا ہے۔ بدویوں میں بھی جو وحشی قومیں ہوتی ہیں وہ دیہاتوں میں بس جانے والے اہل بدو سے زیادہ بہادر ہوتی ہیں۔
- بدوی سماج کے لوگوں میں خونی رشتہ یا عصبیت مضبوط ہوتی ہے۔ مضبوط عصبیت کے حامل قبائل ہی بادیہ میں رہنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ یہاں کوئی حکومت موجود نہیں ہوتی۔ ظلم وزیادتی سے لوگوں کی حفاظت قبیلے کے سردار یا جیالے نوجوان ہی کرتے ہیں۔ ان کی حفاظت و دفاع میں خلوص اسی وقت ممکن ہے جب ان میں خونی رشتہ موجود ہو۔

- بدوی سماج کے لوگ خیر کے زیادہ قریب اور اعلی اخلاقی صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ کیونکہ انہیں سامان عیش و عشرت میسر نہیں ہوتا۔ بدوی سماج کے لوگ دنیادار ہوں بھی تو ان کی دنیا ضروریات تک ہی محدود رہتی ہے۔ ان کے اندر کچھ برائیاں پائی جاتی ہیں مگر وہ اہل حضر کے مقابلے میں بہت کم ہوتی ہیں۔
- بدوی سماج کی غایت حضری سماج اور تمدن ہے۔ ہر سماج پہلے بدوی سماج ہی ہوتا ہے جو بعد میں ارتقاء کے مراحل سے گزر کر حضری سماج بن جاتا ہے۔

حضری / شہری سماج (العمران الحضري)

حضری سماج سے مراد وہ سماج ہے جو قصبوں اور شہروں میں آباد ہوتا ہے۔ بدوی سماج کے برعکس یہ لوگ ایک ہی جگہ مستقل طور پر سکونت پذیر ہوتے ہیں اور مختلف پیشوں میں مصروف ہوتے ہیں۔ یہ درحقیقت بدوی سماج کا ارتقائی مرحلہ ہوتا ہے۔ حضری سماج ہی بدوی سماج کی غایت ہوتی ہے۔ یہ جدید اصطلاح میں شہری سماج (Urban Society) کے تقریباً ہم معنی ہے۔

2.3 حضری سماج کی خصوصیات

ابن خلدون حضری سماج کی درج ذیل خصوصیات بیان کرتے ہیں:

- حضری سماج بدوی سماج ہی کی ارتقایافتہ شکل ہے اس لیے کہ بڑے بڑے شہر پہلے دیہات ہی تھے۔
- حضری سماج مستقل طور پر ایک ہی جگہ سکونت پذیر ہوتا ہے۔ حضری سماج کے لیے بڑی بڑی عماتیں تعمیر کرتے ہیں اور در و دیوار کے اندر محفوظ ہوتے ہیں۔
- حضری سماج کے لوگ متنوع قسم کے معاشی کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔ یہاں لوگ مختلف قسم کی صنعتوں اور تجارتوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔
- حضری سماج میں لوگ معاشی طور پر خوش حال ہوتے ہیں اور بنیادی ضروریات سے آگے بڑھ کر ایسی چیزوں کے حصول کے لیے کوشاں ہوتے ہیں جو تکمیلی نوعیت کی ہوتی ہیں۔
- حضری سماج کے لوگ آسائش پسند اور تعیشات میں مبتلا ہوتے ہیں۔

- حضری سماج کے لوگوں میں شجاعت اور بہادری کی کمی ہوتی ہے۔ پختہ گھروں کے در و دیوار کے اندر آرام پسندی اور پر سکون زندگی کی وجہ سے حضری سماج کے افراد کمزور ہو جاتے ہیں۔ وہ ایسے افراد یا قوت کے محتاج ہوتے ہیں جو ان کی حفاظت کریں۔ وہ ان کی جان و مال کی حفاظت کا کام حکومت کو سونپ دیتے ہیں۔
- حضری سماج میں عصبیت کمزور ہو جاتی ہے۔
- حضری سماج کے لوگ عموماً اعلیٰ اخلاقی صفات سے عاری ہوتے ہیں۔ تعیش پسندی شہری سماج کے افراد کو اخلاق اور مذہب سے دور کر دیتی ہے۔ لذتوں کی فراوانی، سامان عیش و عشرت کی کثرت اور شہوت کی بھرمار کی وجہ سے ان کے اندر بہت سے بری عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ ہر قسم کی برائیوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔

اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں آپ نے:

- یہ جانا کہ تاریخ کی نظریہ سازی کے ذریعے ابن خلدون نے کیسے ایک نئے علم کی بنیاد رکھی۔
- یہ پڑھا کہ ابن خلدون نے کن مسائل کو عمرانیات کا موضوع قرار دیا۔
- ابن خلدون کے تصور عمران کو سمجھا۔
- بدوی سماج کی اصطلاح سے واقفیت حاصل کی۔
- بدوی سماج کی خصوصیات کے بارے میں پڑھا۔
- حضری سماج کی اصطلاح سے واقفیت حاصل کی۔
- حضری سماج کی خصوصیات کے بارے میں پڑھا۔

5.14 کلیدی الفاظ (Key Words)

عمران: ابن خلدون کے الفاظ میں عمران کا مطلب " التساکن و التنازل فی مصر أو حلة للاِنس بالعشیر واقتضاء الحاجات لما فی طباعھم من التعاون علی المعاش" یعنی کسی شہر یا انسانوں کی بستی میں رشتہ داروں کے ساتھ سکونت اختیار کرنا اور ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کرنا کیونکہ معاش کے حصول میں باہمی تعاون ان کی فطرت میں ہے۔ جدید سماجیات کی اصطلاح میں اسے سماجی تنظیم (Social Organisation) کہہ سکتے ہیں۔

- **علم العمران البشری:** وہ علم جس میں انسانوں کی سماجی تنظیم (Social Organisation) کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔۔ یہ جدید اصطلاح میں سماجیات کے مترادف ہے۔
- **بدوی سماج:** اس سے مراد وہ سماج ہے جو شہر کے نواحی علاقوں، پہاڑوں، سبزہ زاروں، ویران زمینوں اور ریگستانوں میں بسنے والے خانہ بدوش لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔
- **حضری سماج:** اس سے مراد وہ سماج ہے جو قصبوں اور شہروں میں آباد لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بدوی سماج کے برعکس یہ لوگ مستقل طور پر ایک ہی جگہ سکونت پذیر ہوتے ہیں۔

نمونہ امتحانی سوالات (Model Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ عمران کے لفظی معنی کیا ہیں؟

(A) کسی جگہ کو آباد کرنا، (B) منتقل ہونا (C) ہجرت کرنا، (D) عمر گزارنا

2۔ بداوت کے معنی کیا ہیں؟

(A) بادیہ نشین ہونا، (B) شہری زندگی گزارنا (C) جاہل ہونا (D) کند ذہن ہونا

3۔ بدوی سماج کے لوگ _____ ہوتے ہیں۔

(A) محنتی (B) بزدل (C) آرام طلب (D) کمزور

4۔ شہری سماج کے لوگ _____ ہوتے ہیں۔

(A) طاقتور (B) بہادر (C) آسائش پسند (D) ذہین

5۔ علم العمران البشری سے مراد _____

(A) سماجیات (B) سیاسیات (C) معاشیات (D) نفسیات

6۔ تاریخی واقعات میں غلطیوں سے اجتناب کے لیے کونسا علم سب سے زیادہ ضروری ہے؟

(A) تاریخ کا علم (B) عمرانیات (C) علم بلاغت (D) علم حدیث

7۔ انسانوں کے اندر اجتماعیت کی بنیاد

(A) تعاون (B) تضاد (C) تعلیم (D) محبت

8۔ بدوی سماج کے لوگ _____ ہوتے ہیں۔

(A) خیر پسند (B) شر پسند (C) آرام پسند (D) علم دوست

9۔ شہری سماج کے لوگ _____ ہوتے ہیں۔

(A) بزدل (B) بہادر (C) جفاکش (D) جنگجو

10۔ بدوی سماج کی اصطلاح _______ سے قریب تر ہے۔

(A) صنعتی سماج (B) شہری سماج (C) دیہی سماج (D) تکثیری سماج

مختصر جوابات کے حامل سوالات(Short Answer Type Questions)

1۔ عمران کی تعریف کیجئے۔

2۔ بدوی سماج کی تعریف کیجئے۔

3۔ حضری سماج کی تعریف کیجئے۔

4۔ ابن خلدون کے نزدیک تاریخ کے ظاہر سے کیا مراد ہے؟

5۔ ابن خلدون کے نزدیک تاریخ کے باطن سے کیا مراد ہے؟

6۔ بدوی اور حضری سماج کی نوعیت میں اختلاف کی بنیادی وجہ کیا ہے؟

طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1۔ ابن خلدون کے تصور عمران کی وضاحت کیجئے۔

2۔ بدوی سماج کی نوعیت اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالئے۔

3۔ حضری سماج کی نوعیت اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالئے۔

4۔ تاریخ کے سلسلے میں ابن خلدون کا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے علم عمرانیات کی ضرورت پر روشنی ڈالئے۔

5.16 تجویز کردہ مواد(Suggested Readings)

1. عبدالرحمن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ)، مترجم: راغب رحمانی دہلوی، اعتقاد پبلشنگ ہاوس، نئی دہلی، 1987
2. Ibn Khaldun, 1967, Ibn Khaldun: The Muqadimmah – An Introduction to History, 3 vols, trans. Franz Rosenthal. London: Routledge and Kegan Paul

3. Mohammad Abdullah Enan, 2007, Ibn Khaldun: His Life and Works, Islamic Book Trust, Petaling Jaya
4. Syed Farid Alatas, "Ibn Khaldun" in George Ritzer, Jeffrey Stepnisky edited The Wiley-Blackwell Companion to Major Social Theorists, Volume I Classical Social Theorists, Wiley-Blackwell, 2011, India
5. Syed Farid Alatas, 2013, Ibn Khaldun: Makers of Islamic Civilization, Oxford University Press, Oxford
6. Syed Farid Alatas, 2014, Applying Ibn Khaldun The Recovery of a Lost Tradition in Sociology, Routledge Publications, New York
7. Syed Farid Alatas, 2006, Ibn Khaldun and Contemporary Sociology, International Sociolgy, Vol 21 (6): 782-795
8. Fuad Baali, 1988 Society, State, and Urbanism: Ibn Khaldun's Sociological Thought, Suny Press, Albany
9. Fuad Baali, Ilm Al-Umran and Sociology: A Comparative Study, Annals of the Faculty of Arts, 36th Monograph, Vol. 7. Kuwait: Kuwait University
10. Allen James Fromherz, 2011, Ibn Khaldun: Life and Times, Edinburg University Press, Edinburg
11. Robert Irwin, 2018, Ibn Khaldun: An Intellectual Biography, Princeton University Press, New Jersey

اکائی 1۔ ابن خلدون کی زندگی اور تاریخ

(Ibn Khaldun – Life and History)

اکائی کے اجزاء

1.0 تمہید
1.1 مقاصد
1.2 ابن خلدون
1.3 ابن خلدون کا خاندانی پس منظر
1.4 ابن خلدون کے دور میں شمالی افریقہ کی سیاسی صورتحال
1.5 ابن خلدون کے حالات زندگی
1.5.1 ابن خلدون کی زندگی کا ابتدائی دور
1.5.2 ابن خلدون فاس میں
1.5.3 ابن خلدون غرناطہ میں
1.5.4 ابن خلدون بجایہ میں
1.5.5 سیاست سے کنارہ کشی اور تصنیفی کام کا آغاز
1.5.6 ابن خلدون قاہرہ میں
1.6 تاریخ ابن خلدون
1.7 ابن خلدون اور سماجیات
1.8 اکتسابی نتائج
1.9 کلیدی الفاظ
1.10 نمونہ امتحانی سوالات

1.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
1.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
1.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات
1.11 تجویز کردہ مواد

1.0 تمہید (Introduction)

اس اکائی میں ہم ابن خلدون کی زندگی اور ان کی تاریخ سے واقفیت حاصل کریں گے۔ ابن خلدون عالم اسلام کے نامور سیاست دان، فقیہ اور مورخ تھے جنہوں نے عمرانیات کی بنیاد رکھی جسے ہم آج علم سماجیات کے نام سے جانتے ہیں۔ ابن خلدون کے پیش کردہ سماجیاتی تصورات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ان کے حالات زندگی اور تاریخی پس منظر کو جاننا ضروری ہے۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ:

- ابن خلدون کے خاندانی پس منظر سے واقفیت حاصل کریں گے۔
- ان کے حالات زندگی سے واقف ہو جائیں گے۔
- ان کے دور کے شمالی افریقہ کی سیاسی صورتحال سے واقف ہوں گے۔
- تاریخ پر ابن خلدون کی کتاب اور مقدمہ ابن خلدون کے بارے میں جانیں گے۔

1.1 ابن خلدون (27 مئی 1332 – 17 مارچ 1406)

ابن خلدون ان چند معروف لوگوں میں سے ہیں جو نہ صرف مسلم دنیامیں بلکہ مغرب میں بھی سماجی علوم کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ ابن خلدون کو اگر علم سماجیات کو بانی کہاجائے تو غلط نہ ہو گا۔ انہوں نے اگست کومٹے، ہربرٹ اسپنسر اور ایمائل درکھائم سے بہت پہلے سماج کی قسموں، سماجی تغیر اور سماجی وحدت جیسے موضوعات پر تحقیق کی اور ان پر بہت تفصیل سے لکھا۔ انیسویں صدی کے کئی یوروپی اسکالرس نے ابن خلدون کے کام کی اہمیت کا اعتراف کیاہے اور انہیں عہد وسطی کے سماجی علوم کے ایک بڑے اسکالر کے طور پر تسلیم کیاہے۔ انہوں نے علم تاریخ اور سماجیات، سیاسیات، اقتصادیات سے متعلق کئی اہم تصورات پیش کیے ہیں۔

1.2 ابن خلدون کا خاندانی پس منظر

ابوزید ولی الدین عبد الرحمن بن محمد بن خلدون تونسی حضرمی شمالی افریقہ کے تیونس میں 27 مئی 1332ء کو ایک تعلیم یافتہ خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کا نسب حضرموت (یمن) کے قبیلہ کندہ سے ملتاہے۔ ان کے جد اعلی خلدون عربوں کے فتح اندلس کے زمانے میں یمنی فوج کے ساتھ اندلس آئے اور قرمونہ میں بس گئے۔ ان کے بعد ان کے آل واولاد شہر اشبلیہ منتقل ہو گئے۔

ابن خلدون کے اجداد میں سے خریب نامی ایک ممتاز شخص کے بارے میں خیال کیاجاتاہے کہ اس نے نویں صدی کے اواخر میں بنی امیہ کے خلاف بغاوت کی اور اشبلیہ میں ایک نیم آزاد حکومت قائم کرلی۔ خلدون خاندان نے اشبلیہ کی سیاست میں ایک نمایاں کردار ادا کیااور یہ لوگ علمی حیثیت سے بھی نمایاں تھے۔ گیارھویں صدی نصف آخر میں جب ابن عباد نے اشبلیہ فتح کیاتو اس نے بنو خلدون کو وزارتیں اور دیگر اعلی مناصب دیے۔ ابن عباد کے بعد کچھ عرصے تک اشبلیہ میں مرابطین کی حکومت رہی، پھر موحدین غالب آگئے اور انہوں نے ابو حفص کو اپنانائب بنادیا۔ بنو حفص کے دور حکومت میں بھی خلدون خاندان کو جاہ اور مناصب حاصل ہوئے۔

جب سلطنت موحدین کازوال ہوااور اندلس کے شہروں پر یکے بعد دیگرے قشتالہ (Castille) کے بادشاہ کاقبضہ ہونے لگاتو ابو حفص کا پوتا امیر ابوزکریا حفصی تیونس ہجرت کر گیااور وہاں حفصی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ بنو خلدون نے بھی اشبلیہ پر عیسائیوں کے قبضہ سے قبل شمالی افریقہ کے ساحل کے قریب واقع شہر سبتہ (Ceuta) کی طرف ہجرت کی اور کچھ دنوں بعد حسن بن محمد بن خلدون نے امیر ابوزکریا سے بونا (موجودہ عنابہ، الجزائر) ملاقات کی اور اسے امیر نے خوب نوازا۔ ابو اسحاق کے زمانے میں ابن خلدون کے پر دادا ابو بکر محمد کو وزیر بنایا گیااور بعد میں ابن خلدون کے دادا محمد کو سلطان ابو اسحاق کے بیٹے ابو فارس کا جو اس وقت بجایہ کا حکمراں تھا، حاجب متعین کیاگیا۔ بنو

خلدون کو اندلس سے ہجرت کرنے بعد شمالی افریقہ بھی نمایاں سیاسی مقام حاصل رہا۔ یہ لوگ آخر میں تیونس میں اقامت گزیں ہو گئے جہاں ابن خلدون کی پیدائش ہوئی۔ ابن خلدون کے والد محمد کو سیاست سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ فقہ، شاعری اور لسانیات سے زیادہ شغف رکھتے تھے۔ 1349ء کے طاعون میں ان کا انتقال ہوا تھا۔

1.3 ابن خلدون کے دور میں شمالی افریقہ کی سیاسی صورتحال

ابن خلدون کے دور کا شمالی افریقہ پر تشدد سیاسی انقلابات کا مرکز تھا۔ موحدین کی سلطنت کے زوال کے بعد کئی چھوٹی ریاستیں اور امارتیں وجود میں آگئیں تھیں۔ تیونس میں بنو حفص، تلمسان اور ساحل بربر متوسط (الجزائز) میں بنو عبد الود اور فاس اور مراکش میں بنو مرین کی حکومتیں قائم ہو گئیں تھیں۔ طاقتور باغیوں اور سرداروں کے ذریعے ان سلطنتوں کے تحت اور ان سے آزاد چند شہروں میں چھوٹی امارتیں قائم ہو گئیں تھیں۔ مختلف سلطنتیں اپنے اقتدار کو وسیع کرنے کے لیے ہمیشہ آپس میں بر سر جنگ رہتی تھیں اور غاصبین حکومتوں کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قابض ہو جاتے تھے۔ شاہی دربار عداوتوں اور مکر و فریب کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ ان درباروں سے وابستہ لوگ اپنے عزائم کی تکمیل اور قوت و برتری کے حصول کے لیے سرگرم رہتے تھے۔

انہی حالات کے درمیان کچھ پر سکون وقفے بھی آتے تھے جن میں یہ دربار آن بان اور آسائشوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے اور اہل علم کی توجہ کا مرکز بن جاتے تھے۔ خاص طور پر بنو حفص اور بنو مرین اہل علم کی سرپرستی کرتے اور انہیں بڑا مقام دیتے تھے۔ اس دور میں شمالی افریقہ میں علم و حکمت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اندلس کے اہل علم کی ایک بڑی تعداد یہاں بس گئی تھی۔

1.5 ابن خلدون کے حالات زندگی

مورخین ابن خلدون کی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے 20 سال بچپن اور نوجوانی پر مشتمل تھے جس میں انہوں نے مروجہ علوم کی تعلیم حاصل کی۔ اگلے 23 سال انہوں نے مختلف امراء و سلاطین کے یہاں کام کیا اور علم حاصل کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ زندگی کے آخری 31 سال انہوں نے ایک عالم، مدرس اور قاضی کی حیثیت سے گزارے۔

1.5.1 ابن خلدون کی زندگی کا ابتدائی دور

ابن خلدون کی پیدائش تیونس میں ہوئی اور وہیں انہوں نے نشو و نما پائی۔ انہوں نے ایک ایسے خاندان میں آنکھ کھولی جو سیاسی اور علمی حیثیت سے نمایاں تھا۔ ابن خلدون نے قرآن، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، قواعد و بلاغت اور دیگر مروجہ علوم سیکھے اور ان میں مہارت حاصل کی۔ قرآن حفظ کیا اور سات مشہور قراء تیں سیکھیں۔ انہوں نے تیونس کے ممتاز علماء سے تعلیم حاصل کی۔ تیونس اس وقت شمالی افریقہ میں علم کا مرکز بن گیا تھا جہاں اندلس کے علماء بھی اپنے ملک کے ناموافق حالات کی وجہ سے آکر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ بنو مرین کا سلطان ابو الحسن اس وقت تیونس پر اپنی حکومت قائم کر چکا تھا۔ تیونس میں مرینی حکومت عدم استحکام کا شکار تھی اور کچھ سالوں میں ختم بھی ہو گئی۔ سلطان ابو الحسن کے ساتھ بڑے بڑے علماء تیونس آئے تھے۔ ابن خلدون کو ان علماء سے بھی استفادے کا موقع ملا۔

ابن خلدون نے اٹھارہ سال کی عمر تک اپنی تعلیم جاری رکھی۔ اس وقت شمالی افریقہ میں طاعون کی ایک خطرناک وبا پھیل گئی جس نے پوری مسلم دنیا اور بیشتر یوروپی ممالک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وبا میں ابن خلدون کے والدین اور بہت سارے اساتذہ موت کا شکار ہو گئے۔ اس حادثے نے انہیں بہت غمگین کر دیا تھا۔ وہ اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور عملی زندگی کے آغاز کا فیصلہ کر لیا۔

1350ء میں تیونس کے آمر ابو محمد بن تافراکین نے ابن خلدون کو طلب کیا اور نوجوان سلطان ابو اسحاق کا جو اس وقت اس کی قید میں تھا، مہر بردار بنا دیا۔ ابن خلدون اس عہدے سے خوش نہیں تھے۔ وہ تیونس کی حفصی سلطنت کی کمزوری اور ناموافق حالات سے واقف تھے۔ تیونس پر دو سال تک سلطان ابو الحسن مرینی کا قبضہ تھا۔ اس دوران ابن خلدون نے مرینی سلطنت کی طاقت و عظمت کا مشاہدہ بھی کیا تھا۔ سلطان ابو الحسن جب تیونس سے مراکش منتقل ہوا تو بیشتر اہل علم بھی مراکش چلے گئے تھے تا کہ اس طاقتور بادشاہ کی سرپرستی رہیں اور اپنے مستقبل کو تابناک بنانے کے مواقع تلاش کریں۔ ابن خلدون بھی مراکش کی طرف ہجرت کے موقع کی تلاش میں تھے۔

1.5.2 ابن خلدون فاس میں:

ابن خلدون جب فاس (مراکش) پہونچے تو سلطان ابو عنان مرینی نے انہیں عزت دی اور اپنے علماء کی مجلس میں شامل کر لیا۔ بعد میں سلطان نے انہیں اپنا سکریٹری اور مہر بردار بھی بنا لیا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً بائیس سال تھی۔ ابن خلدون کو فاس میں رہ کر اندلس اور شمالی افریقہ

کے دیگر شہروں سے آنے والے بڑے بڑے اہل علم سے استفادے کا موقع ملا جس سے ان کے علم میں بہت اضافہ ہوا۔ یہیں سے ان کی سرگرم سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔

اس وقت بجایہ کا حکمراں ابو عبد اللہ حفصی اقتدار سے بے دخل ہو کر فاس میں ابو عنان مرینی کی قید میں تھا۔ 1357ء میں ابن خلدون کو ابو عبد اللہ کے ساتھ مل کر اس کی رہائی کی سازش کرنے کے جرم میں قید کر دیا گیا۔ ابن خلدون اسے دشمنوں کی سازشوں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ 1358ء میں سلطان ابو عنان کی موت کے بعد وزیر الحسن بن عمر نے ابن خلدون کی رہائی کا حکم دیا اور انہیں ان کے منصب پر بحال کر دیا۔

چند دنوں بعد سلطان ابو سالم مرینی اقتدار حاصل کر لیا اور ابن خلدون کو اپنا پرائیویٹ سکریٹری بنالیا۔ دو سال بعد انہیں قاضی بنا دیا گیا۔ جب وزیر عمر بن عبد اللہ نے سلطان ابو سالم کا تختہ الٹ دیا اور حکومت کی باگ سنبھال لی تو اس نے ابن خلدون کو ان کے عہدے پر باقی رکھا اور ان کی تنخواہ بڑھادی۔ ابن خلدون کے سیاسی عزائم بہت بلند تھے اور وہ اس عہدے کو اپنی شان سے فروتر سمجھتے تھے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے سیاسی عزائم کے تکمیل کے لیے وہاں سے غرناطہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

1.5.3 ابن خلدون غرناطہ میں:

ابن خلدون 1362ء میں غرناطہ (اندلس) گئے۔ غرناطہ میں اس وقت سلطان ابو عبد اللہ محمد حکمران تھا۔ مشہور عالم اور مصنف لسان الدین الخطیب اس کے وزیر تھے۔ ابن خلدون اور سلطان محمد اور اس کے وزیر سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ سلطان نے ان کا غرناطہ میں استقبال کیا اور انہیں اعزاز بخشا اور اپنے مجلس خاص میں شامل کر لیا۔ اگلے سال سلطان محمد نے انہیں قشتالہ کے بادشاہ کے پاس صلح کے قیام کی غرض سے بطور سفیر بھیجا۔ ابن خلدون بادشاہ سے ملنے اشبیلیہ گئے جہاں اس کا دربار لگتا تھا۔ بادشاہ ابن خلدون کے خاندانی پس منظر اور اشبیلیہ سے ان کے تعلق سے واقف تھا۔ اس نے ان سے اس بات کی پیش کش کی کہ وہ اشبیلیہ ہی میں رک جائیں لیکن انہوں نے منع کر دیا اور اپنے مشن کی تکمیل کے بعد غرناطہ واپس ہو گئے۔ سلطان نے انہیں جاگیر سے نوازا۔ ابن خلدون اپنے اہل خاندان کو بھی جو اس وقت تک قسنطینہ (الجزائر) میں مقیم تھے، اندلس لے آئے۔

کچھ عرصے بعد جب حاسدین کی سازشوں کی وجہ سے سلطان کی نظر التفات ان سے ہٹ گئی اور ان کے اور وزیر کے تعلقات اچھے نہیں رہے تو انہیں احساس ہو گیا کہ وہ وہاں زیادہ دنوں تک نہیں رہ سکیں گے۔ اسی اثناء میں ان کے پاس ان کے دوست بجایہ کے حکمراں ابو عبد اللہ کا

خط آیا۔ اس نے اپنا اقتدار دوبارہ حاصل کر لیا تھا۔ اس خط میں اس نے ابن خلدون کو بجایہ آنے کی دعوت دی تھی۔ 1364ء میں انہوں نے اندلس کو خیر باد کہا اور بجایہ کا رخ کیا۔

1.5.4 ابن خلدون بجایہ میں:

ابن خلدون 1365ء میں بجایہ پہونچے۔ وہاں ان کا استقبال میں ایک شاندار جلوس نکالی گئی جس میں عوام کے ساتھ اعیان سلطنت بھی شریک تھے۔ انہیں بجایہ کے امیر ابو عبد اللہ کے حاجب (Chamberlain) کے منصب پر فائز کیا گیا۔ یہ اس وقت حکومت سب سے بڑا منصب ہوا کرتا تھا۔ سلطنت کے تمام امور کا انتظام اور سلطان اور اس کی رعایا کے درمیان تعلقات کا نظم سنبھالنا حاجب کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ ابن خلدون نے اس ذمہ داری کو بہت اچھے طریقے سے انجام دیا۔ حکومت سے اختلاف رکھنے والوں کو بڑی حکمت سے رام کیا اور اپنے اثر ورسوخ اور فراست کو استعمال کر کے پہاڑی قبائل سے ٹیکس وصول کیا۔

یہ صورتحال زیادہ دنوں برقرار نہ رہ سکی۔ کچھ عرصے بعد امیر کے چچازاد بھائی قسنطینہ کے حکمران ابو العباس نے اسے قتل کر دیا اور بجایہ پر قابض ہو گیا۔ اس نے کچھ دنوں کے لیے ابن خلدون کو ان کے منصب پر باقی رکھا پھر اس سے معزول کر دیا۔ ابن خلدون وہاں سے فرار ہو کر بسکرہ چلے گئے۔

تلمسان کے سلطان ابو حمو نے بجایہ کی طرف اپنی فوج بھیجی لیکن اس کی فوج سخت ہزیمت کا شکار ہوئی۔ وہ بجایہ اور اس کے آس پاس کے قبائل میں ابن خلدون کے اثر ورسوخ کے واقف تھا۔ اس نے ابن خلدون سے یہ پیش کش کی وہ قبائل کو اس کا ساتھ دینے پر آمادہ کریں تاکہ وہ بجایہ پر قبضہ کر سکے۔ اس کے بدلے میں اس نے انہیں حاجب کے عہدہ دینے کا وعدہ کیا۔ انہوں نے حاجب کے عہدے کی پیش کش قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن قبائل کو ابو العباس کے خلاف ابھارنے کی درخواست قبول کر لی۔ ابن خلدون پر خطر سیاسی مہم جوئیوں سے تنگ آ چکے تھے اور علمی کاموں کے لیے یکسو ہونا چاہتے تھے۔

1.5.5 سیاست سے کنارہ کشی اور تصنیفی کام کا آغاز

ابن خلدون نے ربع صدی تک سرگرم سیاسی زندگی گزارنے اور مختلف سلطنتوں میں اعلی عہدے سنبھالنے کے بعد سیاست سے کنارہ کش ہو کر تحقیق و تصنیف کے لیے یکسو ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ 1375ء میں اپنے خاندان کے ساتھ قبیلہ بنو عریف کے پاس گئے اور قلعہ ابن سلامہ کے ایک محل میں تقریبا چار سال تک قیام کیا۔ یہیں انہوں نے تاریخ پر اپنی مشہور کتاب کا مقدمہ اور چند ابواب لکھے۔ پھر انہوں نے اپنے وطن تیونس لوٹنے کا ارادہ کیا۔

تیونس میں اس وقت ابو العباس کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ اس نے تیونس میں ان کا استقبال کیا اور اکرام و اعزاز سے نوازا۔ تیونس میں انہوں نے اپنی کتاب مکمل کی۔ وہاں ان کی علم اور شہرت کے جلنے والوں نے ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ ابو العباس بھی اپنی فوجی مہمات میں انہیں ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن وہ سیاسی مشاغل سے کنارہ کش ہو کر پڑھنے لکھنے کے لیے یکسوئی چاہتے تھے۔ لہذا انہوں نے 1383ء میں سلطان سے اجازت چاہی اور مصر کی طرف نکل پڑے۔

1.5.6 ابن خلدون قاہرہ میں

ابن خلدون 1382ء میں قاہرہ (مصر) چلے گئے۔ قاہرہ اس وقت تعلیم کا مرکز تھا۔ ابن خلدون قاہرہ کے علمی حلقوں میں تاریخ پر ان کی کتاب کے حوالے سے مشہور ہو چکے تھے۔ جب وہ قاہرہ آئے تو مختلف مقامات سے اہل علم اور طلبہ ان سے ملاقات کے لیے آنے لگے۔ وہ قاہرہ کے جامع ازہر میں درس دینے لگے۔ مشہور محدث حافظ ابن حجر عسقلانی اور مورخ تقی الدین مقریزی بھی ان کے دروس میں شریک رہے۔

سلطان مصر ظاہر برقوق نے انہیں اکرام سے نوازا اور مدرسہ قمحیہ میں مالکی فقہ کی تدریس پر مامور کر دیا۔ 1384ء میں سلطان نے انہیں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کر دیا۔ ابن خلدون کی اس ترقی نے بہت سارے حاسدین پیدا کر دیے۔ قاضی کا عہدہ سنبھالنے کے بعد سفارشات کی پرواکیے بغیر ان کے جرات مندانہ فیصلوں کی وجہ سے بھی بہت سارے لوگ ان کے دشمن بن گئے۔ اسی اثناء میں ان کے اہل خاندان جو تیونس سے قاہرہ آرہے تھے راستے میں ڈوب کر مر گئے۔ اس واقعہ نے انہیں بہت غمگین کر دیا۔

قاضی کے منصب سے ایک سال بعد انہیں معزول کر دیا گیا۔ اسی سال سلطان نے ظاہرہ برقوقیہ نامی مدرسے کا افتتاح کر کے مدرسہ قمحیہ کے ساتھ ساتھ اس نئے مدرسے میں انہیں فقہ مالکی کا استاد متعین کر دیا گیا۔ 1387ء میں وہ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ حج سے واپسی پر سلطان نے انہیں مدرسہ صرغتمش میں حدیث کا استاد متعین کر دیا جہاں انہوں موطا ابن مالک کا درس دیا۔

ابن خلدون تقریباً چودہ سال قاضی کے عہدے سے دور رہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک گروہ ان کے خلاف چالیں چلتا تھا اور سلطان کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ انہیں اس منصب سے ہٹا دیں۔ 1398ء میں جب اس گروہ کا زور کم ہوا تو ابن خلدون کو پھر سے قاضی بنا دیا گیا۔ اسی دوران ابن خلدون نے فلسطین کا سفر کیا۔ ابن خلدون کو ان کے حریفوں کی سازشوں کی وجہ سے دوسری مرتبہ قاضی کے عہدے سے معزول کر دیا گیا۔

1400ء میں یہ خبر آئی کی تیمور لنگ نے شام کے شہر حلب پر سفاکی وغارت گری کے بعد قبضہ کر لیا ہے اور وہ دمشق کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ناصر فرج نے، جو اس وقت اپنے باپ ظاہر برقوق کی موت کے بعد بادشاہ بن چکا تھا، تیمور کے حملے کو روکنے کے لیے فوج لے کر نکلا۔ ابن خلدون کو بھی اس کے ساتھ جانا پڑا۔ سلطان بغاوت کے اندیشے سے قاہرہ واپس ہو گیا لیکن ابن خلدون نے تیمور لنگ سے ملے اور اس سے مختلف موضوعات پر گفتگو کی۔ تیمور لنگ ابن خلدون سے بہت متاثر ہوا۔

مصر لوٹنے کے بعد ابن خلدون کو تیسری مرتبہ قاضی بنا دیا گیا۔ لیکن ایک سال بعد ان پر غلط الزامات لگا کر انہیں برطرف کر دیا گیا۔ ہر بار جب وہ قاضی بنتے تو ان کے خلاف سازشوں اور الزامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ لہذا اسی طرح قاضی کے منصب پر ان کے عزل و نصب کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ 1406ء میں چھٹی مرتبہ قاضی بننے کے کچھ ہی ہفتوں کے بعد اس عظیم مورخ، مفکر اور فقیہ کی وفات ہو گئی۔

1.6 تاریخ ابن خلدون

تاریخ پر ابن خلدون کی مشہور کتاب کا پورا نام "كتاب العبر وديوان المبتدا والخبر في ايام العرب و العجم والبربر ومن عاشرهم من ذوى السلطان الاكبر" ہے۔ یہ کتاب سات جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو نہ صرف مسلم دنیا میں بلکہ مغربی دنیا میں بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔ ابن خلدون کو اسی کتاب بلکہ اس کے ایک حصے کی وجہ سے، جو مقدمہ ابن خلدون کے نام سے معروف ہے، شہرت دوام ملی۔

اس کتاب کے مندرجات حسب ذیل ہیں:

- مختصر تعارف (مقدمہ): اس میں مصنف نے تاریخ نگاری، مورخین کی غلطیوں اور ان کے اسباب وغیرہ پر بحث کی ہے۔

- پہلی کتاب: یہی وہ حصہ ہے جو مقدمہ ابن خلدون کے نام سے مشہور ہے۔ یہ چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں سماج، اس کی خصوصیات، اقتدار و حکومت، کسب معاش کے ذرائع اور علوم وہنر وغیرہ پر بحث کی ہے۔
- دوسری کتاب: یہ حصہ عربوں اور غیر عربوں مثلاً فارسیوں، ترکوں، قبطیوں، اسرائیلیوں، بازنطینیوں اور یونانیوں کی تاریخ پر مشتمل ہے۔
- تیسری کتاب: یہ حصہ شمالی افریقہ کے بربر نسل کی تاریخ پر مشتمل ہے۔
- ابن خلدون نے "التعرف بابن خلدون و رحلته غربا وشرقا" کے نام سے اپنی آپ بیتی لکھی ہے۔ اسے بھی اس کتاب کے آخر میں شامل کر دیا گیا ہے۔

1.7 ابن خلدون اور سماجیات

" مقدمہ "ابن خلدون کا سب سے اہم علمی کارنامہ ہے جس کا تعلق سماجیات کے جدید ڈسپلن سے ہے۔ اس میں تاریخ کے پیچھے کار فرما سماجی عوامل اور اسباب بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس نئے علم کو ابن خلدون نے علم العمران البشری کا نام دیا ہے۔ اسی کو جدید اصطلاح میں سماجیات کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تاریخ کو داستان گوئی سے آگے بڑھ کر ایک سنجیدہ علم کا درجہ دیا اور سماجیاتِ تاریخ کی بنا رکھی۔ سماجی علوم میں یورپ مرکزیت کی وجہ سے ابن خلدون کے کام کو وہ مقام نہیں ملا جو انہیں ملنا چاہیے تھا۔ سماجیات کو عام طور پر جدید مغربی علم تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن عہد وسطی کے اس مفکر نے اپنے مقدمے میں کئی ایسے موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی ہے جو جدید سماجیات کے موضوعات ہیں۔ انہوں نے سماج کے سائنسی مطالعہ، تجرباتی تحقیق، سماجی مظاہر کی علتوں کی تلاش، قدیم و جدید معاشرے کے درمیان تقابل اور سماجی اداروں (مثلاً سیاست، معیشت) اور ان کے باہمی تعلق پر قابل قدر کام کیا ہے۔ اس لحاظ سے ابن خلدون کو علم سماجیات کا اصل بانی کہا جا سکتا ہے۔ ابن خلدون کے پیش کردہ سماجیاتی تصورات کو اگلی اکائیوں میں تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

1.8 اکتسابی نتائج

اس اکائی میں آپ لوگ ابن خلدون کے خاندانی پس منظر اور ان کی زندگی کے مختلف مراحل کے بارے میں جان گئے ہوں گے۔ آپ ابن خلدون کے دور کی سیاسی صورتحال سے بھی واقف ہو گئے ہوں گے۔ آپ نے ابن خلدون کی سرگرم سیاسی زندگی اور تاریخ پر ان کے علمی کام کے بارے میں واقفیت حاصل کی ہو گی۔

1.9 کلیدی الفاظ

فاس (Fez) : مراکش کا ایک شہر جو مرینی سلطنت کے دور میں پایہ تخت تھا

غرناطہ (Granada) : اندلس کا ایک اہم شہر

بجایہ (Bougie) : سلطنت تلمسان (جواب الجزائز کا حصہ ہے) کا ایک بندرگاہ شہر

1.10 نمونہ امتحانی سوالات (Models Questions)

1.10.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ابن خلدون کس جگہ پیدا ہوئے ؟

(A) تیونس (B) مراکش (C) اندلس (D) مصر

2. تاریخ پر ابن خلدون کی کتاب کا نام کیا ہے ؟

(A) البدایہ والنھایہ (B) کتاب العبر (C) تاریخ الامم والملوک (D) الکامل فی التاریخ

3. فاس کے حکمران ابو عنان کا تعلق کس خاندان سے تھا؟

(A) بنو حفص (B) بنو مرین (C) بنو عبد الود (D) بنو الاحمر

4. بجایہ کے امیر عبد اللہ نے ابن خلدون کو کس منصب پر فائز کیا؟

(A) قاضی (B) مہر بردار (C) شاہی مورخ (D) حاجب

5. مصر کے مدرسہ قمحیہ میں ابن خلدون نے کونسی فقہ پڑھائی؟

(A) فقہ حنفی (B) فقہ شافعی (C) فقہ مالکی (D) فقہ حنبلی

6. ابن خلدون کے آباء واجداد اندلس کے کس شہر میں بس گئے تھے ؟

(A) غرناطہ (B) اشبیلیہ (C) طلیطلہ (D) قرطبہ

7. ابن خلدون نے اپنی کتاب کے کس حصہ میں سماجیاتی تصورات کو موضوع بنایا ہے ؟

(A) تعارف (B) پہلی کتاب (C) دوسری کتاب (D) تیسری کتاب

8. ابن خلدون مصر میں کتنی مرتبہ قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے ؟

(A) دو (B) تین (C) پانچ (D) چھ

9. ابن تافراکین نے ابن خلدون کو کس منصب پر تعین کے لیے طلب کیا تھا؟

(A) مہر بردار (B) قاضی (C) حاجب (D) وزیر

10. ابن خلدون کی وفات کس جگہ ہوئی؟

(A) فاس (B) قاہرہ (C) حلب (D) غرناطہ

1.10.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. ابن خلدون کے خاندانی پس منظر پر روشنی ڈالیے۔
2. ابن خلدون کے دور کے شمالی افریقہ کی سیاسی صورتحال پر روشنی ڈالیے۔
3. سماجیات سے متعلق ابن خلدون کے کام پر مختصر تبصرہ کیجیے۔

1.10.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. ابن خلدون کی سیاسی زندگی اور مختلف سلطنتوں سے ان کی وابستگی کی تفصیل لکھیے۔
2. ابن خلدون کی سرگرم سیاست سے کنارہ کشی کے بعد کی زندگی کے بارے میں لکھیے۔
3. ابن خلدون کی علمی خدمات پر روشنی ڈالیے اور تاریخ پر ان کی کتاب کے بارے میں لکھیے۔

1.11 تجویز کردہ مواد (Suggested Readings)

1. Muhammad Abdullah Enan, 2007, Ibn Khaldun: His Life and Works, Islamic Book Trust, Petaling Jaya
2. Syed Farid Alatas, 2013, Ibn Khaldun: Makers of Islamic Civilization, Oxford University Press, Oxford
3. Syed Farid Alatas, 2014, Applying Ibn Khaldun: The Recovery of a Lost Tradition in Sociology, Routledge, Oxfordshire

4. Allen James Fromherz, 2011, Ibn Khaldun: Life and Times, Edinburg University Press, Edinburg

اکائی 3۔ ابن خلدون کا تصور عصبیت

(Ibh Khaldun – Asabiyyah/ Group Solidarity)

اکائی کے اجزاء

3.0 تمہید

3.1 مقاصد

3.2 ابن خلدون کا تصور عصبیت

3.2.1 عصبیت کے لغوی معنی

3.2.2 عصبہ کا مفہوم

3.2.3 عصبیت کا مفہوم

3.3 عصبیت کی بنیاد

3.4 عصبیت کی قسمیں

3.5 قبائلی سماج میں عصبیت کی اہمیت و مرکزیت

3.6 قبائلی سماج کی کشمکش اور عصبیت

3.7 کسی بھی تحریک کے قیام کے لیے عصبیت ضروری

3.8 عصبیت اور سرداری

3.9 عصبیت اور حکومت واقتدار

3.10 عصبیت کے فعال ہونے کے شرائط

3.11 عصبیت اور دینی دعوت

3.12 عصبیت کے زوال اور خاتمے کے اسباب

3.12.1 کمزوری اور تابعداری

3.12.2 مادی خوشحالی کا حصول اور آسائشوں میں انغماس

3.12.3 سردار کا مادی فوائد میں دوسروں کو شریک نہ کرنا

3.13 عصبیت اور حضری سماج

3.14 اکتسابی نتائج

3.15 کلیدی الفاظ

3.16 نمونہ امتحانی سوالات

3.16.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

3.16.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

3.16.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

3.17 تجویز کردہ مواد

3.0 تمہید (Introduction)

پچھلی اکائی میں آپ نے ابن خلدون کے تصور عمران اور سماج کی قسموں اور بدوی سماج اور حضری سماج کی خصوصیات کے بارے میں تفصیل سے پڑھا۔ آپ نے یہ بھی جانا کہ کس طرح ابن خلدون نے تاریخ کی نظریہ سازی (Theorisation of History) کے ذریعے ایک نئے علم کی بنیاد ڈالی جس کا مقصد سماج اور اس کی حرکیات کو سمجھنا ہے۔ ابن خلدون کے سماجیاتی افکار میں عصبیت کے تصور کو ایک اہم اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس دور کی سماجی حرکیات میں عصبیت کا بڑا اہم رول تھا۔ پچھلی اکائی میں ابن خلدون کے تصور عصبیت کا سرسری ذکر آیا تھا۔ اس اکائی میں آپ ابن خلدون کے تصور عصبیت کے بارے میں تفصیل سے جانیں گے۔

عصبیت کا لفظ ابن خلدون نے ایجاد نہیں کیا۔ یہ لفظ عربی زبان میں پہلے سے مستعمل تھا۔ یہ لفظ نسب کی بنیاد پر باہمی تنازع اور فرقہ بندی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ باہمی نزاع کی صورت میں کسی دوسرے فریق کے مقابلے میں اپنے افراد کی نصرت وحمایت کی دعوت کو، قطع نظر اس سے کہ وہ حق پر ہیں یا نہیں، عصبیت کہتے ہیں۔ اردو زبان میں بھی عصبیت اور تعصب کے الفاظ اسی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں۔ عام طور پر عصبیت کا لفظ منفی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ عصبیت کو ایک قابل مذمت چیز سمجھا جاتا ہے۔

ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں اس دور کے مورخین اور مصنفین کی طرح صحیح و غلط بیان کرنے کا اسلوب (Normative Approach) نہیں اختیار کیا بلکہ سماجی حقائق کو جوں کا توں بیان کرنے کا طریقہ (Positive Approach) اختیار کیا۔ ابن خلدون نے عصبیت کو ایک سماجی ظاہرہ یا سماجی حقیقت کے طور پر سمجھا اور سماج میں اس کے رول اور اثرات کا سائنسی طور پر جائزہ لینے کی کوشش کی۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ابن خلدون کے تصور عصبیت کو واضح کر سکیں۔
- عصبیت کی بنیادوں کو بیان کر سکیں۔
- قبائلی سماج میں عصبیت کی اہمیت و مرکزیت کو سمجھ سکیں۔
- عصبیت کی مضبوطی و کمزوری کے عوامل سے واقف ہوں۔
- عصبیت اور حکومت کے تعلق کو سمجھ سکیں۔

3.2 ابن خلدون کا تصورِ عصبیت

ابن خلدون کے نزدیک شمالی افریقہ کی ریاستوں کے عروج وزوال کو سمجھنے کے لیے بدوی سماج اور حضری سماج کے درمیان سماجی تنظیم کی خصوصیات میں بنیادی فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ عصبیت کے تصور کو سمجھے بغیر بدوی سماج اور حضری سماج کے درمیان سماجی تنظیم کی خصوصیات کو نہیں سمجھا جاسکتا۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ سماج کی حرکیات میں عصبیت کا غیر معمولی رول ہوتا ہے۔ وہ سماجی گروہ جس کے اندر عصبیت مضبوط ہوتی ہے کمزور عصبیت والے گروہ پر غالب آجاتا ہے اور حکمرانی کرتا ہے۔

وہ بنیادی مسئلہ جو ابن خلدون کے ذہن پر چھایا ہوا تھا اور ان کے فکر و تحقیق کا موضوع بنا ہوا تھا وہ حکومتوں کے قیام اور ان کے آپسی کشمکش اور اضمحلال وزوال کے قوانین کا سراغ لگانا تھا۔ ان کے ذہن میں جو بنیادی سوال تھا وہ یہ تھا کہ وہ کونسی قوت ہے جس کے بل بوتے پر حکمران خاندان اقتدار پر قابض ہوتے ہیں؟ یہ سوال فلسفیانہ غور و فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ ابن خلدون جس مخصوص سیاسی و سماجی حالات سے گزر رہے تھے ان حالات کی پیداوار تھا۔ ابن خلدون نے شمالی افریقہ کے جس سماج میں سیاسی سرگرمیاں انجام دیں، وہ سماج ایک قبائلی سماج تھا۔ اس قبائلی سماج میں اسی خاندان کی حکومت قائم ہوتی تھی جس کی پشت پر قبیلہ کی قوت ہوتی تھی۔ عصبیت اسی قوت کا نام تھی۔

ابن خلدون نے مورخین پر بھی اس حوالے سے تنقید کی ہے کہ انہوں نے حکومتوں کے عروج و زوال کے مطالعہ میں عصبیت کے رول کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ حکومت کی تاسیس سے لے کر اس کے اضمحلال وزوال تک ہر مرحلے میں عصبیت کا بہت اہم کردار ہوا کرتا ہے۔

ذیل میں ہم ابن خلدون کے تصور عصبیت اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ہم یہ جانیں گے کہ قبائلی سماج میں عصبیت کی کیا اہمیت ہوتی ہے، عصبیت کن بنیادوں پر قائم ہوتی ہے اور اس کی کیا کیا قسمیں ہیں، کب عصبیت مضبوط اور فعال ہوتی ہے، حکومت کے قیام اور اس کے زوال میں عصبیت کا کیارول ہوتا ہے اور عصبیت کے زوال کی کیا وجوہات ہوتی ہیں۔

3.2.1 عصبیت کے لغوی معنی

عربی زبان میں فعل عَصَبَ یَعْصِبُ کا مطلب کسی چیز کو باندھنا یا کسی کا احاطہ کرنا ہے۔عَصَبۃ ، عُصْبۃ اور عِصَابۃ کے معنی لوگوں کی جماعت کے ہوتے ہیں۔عَصَبۃ الرَجُل کے معنی ہوتے ہیں کسی شخص کی اولاد اور باپ کی جانب سے اس کے رشتہ داریا اس کی قوم جو اس کی حمایت کرے اور اس کی مدد کے لیے کھڑی ہو۔رشتہ داروں کے لیے عصبہ کا لفظ اس لیے استعمال ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہر جانب سے اپنے رشتہ دار کو گھیرے رہتے ہیں اور اس کی مدد و حمایت کرتے ہیں۔عصبیت کے لغوی معنی ایسے شخص کی حمایت و مدافعت جس سے آپ کا تعلق ہو۔عربی کے مشہور لغت لسان العرب میں عصبیت کے معنی یوں بیان کئے گئے ہیں:أن يدعو الرجلُ إلى نصرة عصبته، والتألب معهم على من يناوئهم، ظالمين كانوا أو مظلومين یعنی دشمنوں کے مقابلے میں اپنے رشتہ داروں کی نصرت اور ان کے ساتھ جمع ہونے دعوت، خواہ وہ ظالم ہوں یا مظلوم ہوں۔

3.2.2 عصبہ کا مفہوم

عصبیت کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ عصبہ کس نوعیت کی جماعت ہوتی ہے۔اوپر آپ نے پڑھا کہ عَصَبۃ کے معنی جماعت یا گروہ کے ہوتے ہیں لیکن وہی جماعت یا گروہ کہلاتا ہے جو کسی شخص کے قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہو جو اس کے ساتھ رہتے ہوں۔کسی کا عصبہ ہونے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں: ۱۔ قرابت داری ۲۔ ساتھ رہنا۔

عصبہ وقتی طور پر تشکیل پانے والی جماعت کو نہیں کہتے۔ یہ زمانی و مکانی ضرورتوں کے تحت یا خارجی محرکات کے سبب یا مخصوص اہداف کی خاطر وجود میں آنے والی جماعت نہیں ہوتی۔ یہ ہمیشہ رہنے والی جماعت ہوتی ہے۔یہ نہ جماعت کے ممبران کے اتفاق سے وجود میں آتی ہے اور نہ ہی جماعت کے ممبران اس کو تحلیل نہیں کرسکتے ہیں۔یہ جن افراد پر مشتمل ہوتی ہے وہ جب تک موجود ہوتے ہیں یہ جماعت قائم رہتی ہے اور ان کی نسل کے جاری رہنے تک یہ جماعت میں باقی رہتی ہے۔

3.2.3 عصبیت کا مفہوم

عصبہ ہی سے لفظ عصبیت نکلا ہے۔عصبیت فرد کے اس شعور کا نام ہے کہ وہ اس جماعت (عصبہ) کا جزولاینفک ہے جس کی طرف اس کی نسبت ہے۔ وہ ضرورت پڑنے پر اس جماعت میں اپنی شخصیت کو فنا کرنے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتا ہے۔عام حالات میں فرد کے شعور پر اس کی شخصیت اور انا غالب ہوتی ہے لیکن جب اس جماعت کو جس کی طرف اس کی نسبت ہے کوئی خارجی خطرہ لاحق ہوتا ہے فرد کے اندر جماعت کے اٹوٹ حصہ ہونے کا احساس جاگ اٹھتا ہے اور وہ اپنی شخصیت اور انا کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔یہ

شعور جو جماعت (عصبہ) کے افراد کو ایک دوسرے سے باندھتا ہے اور انہیں ایک ایسا وجود بنا دیتا ہے جس میں کئی انفرادی وجود فنا ہو جاتے ہیں، اسی شعور کا نام عصبیت ہے۔

یہ ایک فرد اور دوسرے فرد کا تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ فرد کا جماعت کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ جماعت کو خطرہ لاحق ہونے پر فرد اپنی انفرادیت کو ختم کر کے جماعت کے قالب میں ڈھل ہو جاتا ہے اور فرد کو مصیبت لاحق ہونے پر پوری جماعت اس فرد کے وجود کا حصہ بن جاتی ہے ۔

عرب دنیا کے مشہور فلسفی ڈاکٹر محمد عابد جابری عصبیت کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں: " ایک ایسا نفسیاتی، شعوری و لاشعوری اجتماعی تعلق جو کسی ایسی مخصوص جماعت کے افراد کو جو مادی یا معنوی قرابت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، مستقل طور پر جوڑتا ہے اور اس وقت نمایاں اور مضبوط ہو جاتا ہے جب ان افراد کو بحیثیت افراد یا جماعت کوئی خطرہ لاحق ہوتا ہے۔"

فرید العطاس نے عصبیت کی تعریف یوں کی ہے:"کسی گروہ کے افراد کے درمیان یکجہتی کا احساس جو عموماً اس بات کے علم سے پیدا ہوتا ہے ان کا نسب مشترک ہے"۔

عصبیت کی جامع تعریف یوں کی جاسکتی ہے: کسی گروہ کے افراد کے درمیان یکجہتی کا احساس جو عموماً نسب اور بسا اوقات ولاء یا معاہدے کی بنیاد پر قائم ہونے والی وحدت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

انگریزی میں لفظ عصبیت کا ترجمہ مختلف انداز سے کیا گیا ہے مثلاً خونی رشتہ(blood relationship)، قبائلی شعور(tribal consciousness)، وحدت کا احساس، گروپڈم (Groupdom)، جماعتی احساس(group feeling)، جماعتی اسپرٹ(group spirit)، جماعتی شعور(group consciousness)، گروہی یکجہتی(group solidarity)وغیرہ۔ عام طور پر لوگوں نے اس کے لیے سماجی یکجہتی (Social solidarity) کی تعبیر اختیار کی ہے۔اس ترجمہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ solidarity کا لفظ پورے طور پر ایک مجرد تصور ہے۔ جبکہ عصبیت کا لفظ کسی مخصوص گروہ کی یکجہتی solidarity کو بیان کرتا ہے۔ چنانچہ عصبیت کی جمع عصبیات بھی مستعمل ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس لفظ کا صحیح ترجمہ نہیں ہو سکتا لہٰذا اس کا ترجمہ نہیں کرنا چاہیے۔ اردو میں لفظ عصبیت ہی کا استعمال زیادہ موزوں ہے۔ ہم یہ لفظ من و عن یہاں استعمال کریں گے۔

3.3 عصبیت کی بنیاد

عصبیت کے معنی سمجھنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی گروہ یا جماعت کے اندر عصبیت کس بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔ ابن خلدون نسب یعنی رشتہ داری یا اس جیسی چیز کی بنیاد پر قائم ہونے والی وحدت کو عصبیت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔(أن العصبية إنما تكون من الالتحام بالنسب أو ما في معناه)۔

ابن خلدون کہتے ہیں کہ صلہ رحمی انسانوں کی فطرت میں ہے۔اسی صلہ رحمی کا تقاضا یہ ہے کہ جب کبھی اپنے رشتہ داروں کو کوئی ظلم وزیادتی پیش آئے تو دوسرے رشتہ دار اس کی حمایت کے لیے کھڑے ہو جائیں۔اگر رشتہ دار بہت قریبی ہوں اور اس کی بنیاد پر وہ متحد اور یکجا ہوں تو نصرت وحمایت کا جذبہ بہت زیادہ گہرا ہوتا ہے۔اگر رشتہ دار دور کے بھی ہوں تب بھی آدمی ان پر ظلم وزیادتی برداشت کرنے کو اپنے اوپر عار سمجھتا ہے۔

نسب ہی طرح ولاء اور حلف کا تعلق بھی ہے۔ولاء ایک ایسے تعلق کا نام ہے جو غلام کو آزاد کرنے سے بنتا ہے۔ایسا غلام اپنے آقا کے گھر کے فرد کی مانند ہوتا ہے۔حلف معاہدے کے تعلق کو کہتے ہیں۔کسی قبیلے کا حلیف بننے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی دشمنوں کے مقابلے میں قبیلے کی حفاظت ودفاع میں قبیلے کے افراد ساتھ کھڑے ہو۔جس طرح انسان اپنے خونی رشتہ داروں پر ظلم برداشت نہیں کر سکتا اسی طرح ان لوگوں پر بھی ظلم برداشت نہیں کر سکتا جن سے اس کا ولاء یا عہد کا تعلق ہو۔اس لیے کہ ولاء یا حلف کی بنیاد پر پیدا ہونے والی وحدت بھی نسب کی بنیاد پر قائم ہونے والی وحدت ہی کی طرح ہے یا اس سے قریب ہے۔
ابن خلدون کہتے ہیں کہ نسب ایک وہمی چیز ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔نسب بمعنی کسی گروہ کی مشترک جدامجد کی طرف نسبت ایک وہمی چیز ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ خالص خون جو پچھلوں سے اگلوں تک منتقل ہو ایک وہمی چیز ہے۔نسبوں کا اختلاط ایک عام حقیقت ہے۔ابن خلدون کے نزدیک اہم چیز نسب کا ثمرہ یا فائدہ ہے۔نسب کا اصل فائدہ وحدت ہی ہے جو صلہ رحمی کو واجب کرتا ہے اور باہمی نصرت وحمایت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ عصبیت درحقیقت نسب کی بنیاد پر قائم نہیں ہوتی بلکہ نسب کے نتیجے میں بننے والی وحدت کی بنیاد پر عصبیت قائم ہوتی ہے۔اگر وحدت نسب کے بجائے ولاء یا حلف سے حاصل ہو جائے تو اس بنیاد پر بھی عصبیت پیدا ہو سکتی ہے۔مگر ولاء یا عہد کی بنیاد پر پیدا ہونے والی عصبیت نسب کی بنیاد پر پیدا ہونے والی عصبیت کے مقابلے میں نسبتاً کمزور اور غیر مستحکم ہوتی ہے۔

یہ وحدت (ابن خلدون کے الفاظ میں التحام) اصل میں باہمی معاشرت ہے جو لوگوں کے اندر عصبیت کا رشتہ قائم کرتی ہے۔یہی عصبیت کی عملی بنیاد ہے۔

3.4 عصبیت کی قسمیں

عصبیت کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ عصبیت خاصہ

۲۔ عصبیت عامہ

عصبیت خاصہ: وہ جماعت (عصبہ) جنہیں قریبی تعلق یا خاص نسبت آپس میں جوڑتی ہو ان کے درمیان قائم عصبیت عصبیت خاصہ ہوتی ہے۔

عصبیت عامہ: وہ جماعتیں (عصبات) ہے جن کا دائرہ زیادہ وسیع ہو اور جن میں ربط نسبتاً کم ہو اور جنہیں دور کا تعلق یا عام تعلق جوڑ تا ہو ان کے درمیان قائم ہونے والی عصبیت عصبیت عامہ ہوتی ہے۔

ہر عصبیت عامہ عصبیات خاصہ سے تشکیل پاتی ہے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ کئی خاص عصبیتیں مل کر ایک عام عصبیت تشکیل دیتی ہیں۔ یہیں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عصبیت وحدت میں کثرت اور تعاون اور تناصر کے ساتھ ساتھ باہمی تنافس اور منافرت کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے۔

عصبیت اسی وقت ایک سیاسی قوت بنتی ہے جب آپس میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے والی خاص عصبیتیں ایک عام عصبیت کے شامل ہو کر وحدت بن جائیں۔ یہ عصبی وحدت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب مخصوص حالات پیدا ہوں۔ ابن خلدون کے الفاظ میں جب حکومت بڑھاپے کا شکار ہو جائے۔

3.5 قبائلی سماج میں عصبیت کی اہمیت و مرکزیت

ابن خلدون کہتے ہیں کہ صرف وہی قبیلے بادیہ میں رہ سکتے ہیں جن کے اندر عصبیت موجود ہو۔ وہ عصبیت کو بدوی سماج کا لازمی عنصر مانتے ہیں جس کے بغیر وہاں کسی قبیلے کا وجود ناممکن ہے۔ قبائلی سماج میں عصبیت کی اہمیت و مرکزیت کو سمجھنے کے لیے انسانی سماج کے بارے میں ان کے بنیادی مقدمے کو سمجھنا ضروری ہے۔ ابن خلدون جانوروں کے مقابلے میں انسان کی کچھ خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ انسانی سماج کو ایک "وازع" کی ضرورت ہے۔ وازع کا مطلب ہے انسانوں کو (ظلم اور دست درازی سے) روکنے والا یا کنٹرول کرنے والا۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ انسان فطرتاً ایک سماجی وجود ہے اس لیے کہ اسے اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے لیے دیگر انسانوں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انسانوں کی فطرت میں ظلم وعدوان بھی ہے۔ چنانچہ اس ظلم وعدوان سے بچنے کے لیے انہیں ایک وازع کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کے اندر ضمیر یا اخلاقی حس کی صورت میں ایک وازع ہوتا ہے جو اسے اخلاقی اعتبار سے غلط چیزوں سے روکتا ہے۔ اس کے علاوہ خارج میں بھی انسانوں کو ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی سے روکنے کے لیے ایک وازع کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ وازع مادی قوت (حکومت جس کے پاس قوت قاہرہ ہوتی ہے) کی شکل میں بھی ہوتا ہے اور معنوی قوت (قبیلے کے سردار اور بزرگ جن کے پاس کوئی قوت قاہرہ تو نہیں ہوتی لیکن ان کے احترام میں لوگ ان کی بات مانتے ہیں) کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔

ابن خلدون ظلم وعدوان کی بھی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ داخلی ظلم وعدوان یعنی شہر کے اندر یا بدوؤں کے قبیلے کے اندر افراد کا ایک دوسرے پر ظلم کرنا

۲۔ خارجی ظلم وعدوان یعنی پورے شہر پر یا قبیلے پر باہر کے لوگوں کی جانب سے ظلم اور تعدی

حضری سماج میں حکومت اپنی قوت قاہرہ سے لوگوں کو باہمی ظلم سے روکتی ہے اور خارجی ظلم وعدوان سے شہر کو حکومت کی فوج اور شہر کی فصیلیں روکتی ہیں۔ بدوی سماج میں قبیلے کے سردار اور بزرگ لوگوں کو باہمی ظلم سے روکتے ہیں اور خارجی عدوان سے قبیلے کے لوگوں کی حفاظت قبیلے کے بہادر جنگجو نوجوان کرتے ہیں۔ یہ لوگ صداقت اور اخلاص کے ساتھ اسی وقت قبیلے کے لوگوں کی حمایت و مدافعت کرسکتے ہیں جب ان کے مابین خونی رشتہ اور عصبیت کا تعلق ہو۔ اس لیے کہ انسانی فطرت اپنے خونی رشتہ داروں پر ظلم وزیادتی برداشت نہیں کرسکتی۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ابن خلدون عصبیت کا مطالعہ ایک ایسے فطری ربط کے طور پر کرتے ہیں جو دشمنوں کے مقابلے میں قبیلے کے جنگجو اور بہادر لوگوں کو آپس میں قبیلے کی نصرت و مدافعت کے لیے جوڑتا ہے۔ وہ عصبیت کو قبیلے کے اندر لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کو منظم کرنے والے سماجی ربط کے طور پر نہیں دیکھتے۔ ابن خلدون خارجی عدوان سے قبیلے کی مدافعت میں عصبیت کا وہی رول بیان کرتے ہیں جو شہر کی مدافعت میں اس کی فوج اور فصیلوں کا ہوتا ہے۔ وہ عصبیت کا مطالعہ بطور وازع کرتے ہیں جو قبیلے کی حمایت اور حفاظت کا ضامن ہوتا ہے۔ ابن خلدون عصبیت کو ایک ایسے دفاعی ربط یا مقابلے کی قوت کے طور پر دیکھتے ہیں جو بادیہ میں رہنے والے مختلف گروہوں کے خارجی تعلقات کو منظم کرے، ان گروہوں کے ایک دوسرے سے تعلقات کو بھی، اور حکومت سے ان کے تعلقات کو بھی۔

3.6 قبائلی سماج کی کشمکش اور عصبیت

اوپر آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ خارجی عدوان سے قبیلے کی حفاظت اور دفاع میں عصبیت کا وہی رول ہوا ہے جو شہر کی حمایت و مدافعت میں حکومت کی فوج اور شہر کی فصیلوں کا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے عصبیت بطور خاص بدوی سماج کا ایک ظاہرہ ہے۔ حضری سماج میں عصبیت بطور وازع نہیں ہوتی بلکہ حکومت اور اس کا دفاعی نظام وازع کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ظلم یا تعدی کی نوعیت کیا ہوتی ہے جو قبائلی سماج میں قبیلوں کو پیش آتی ہے۔

ابن خلدون جس ظلم و تعدی کی بات کرتے ہیں اس سے مراد مختلف عصبات یا سماجی گروہوں کا ایک دوسرے کے خلاف تعدی یا ان کی آپسی کشمکش ہے۔ اس کشمکش میں نسب کا بہت اہم رول ہوتا ہے۔ نسبی رشتہ جہاں ایک عصبہ یا گروہ کے افراد یا مختلف قبائل کے عصبات کو ایک ساتھ جمع کرتا ہے وہیں ان گروہوں اور افراد کے درمیان دوری اور منافرت بھی پیدا کرتا ہے جن میں قریب یا دور کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

بدوی سماج کے لوگوں کی معاشی سرگرمیاں ناگزیر ضروریات کی تکمیل کے اردگرد گھومتی ہیں۔ ان کے لیے ان ناگزیر چیزوں کا حصول بھی اسی قدر ممکن ہوتا ہے جتنا زندہ رہنے کے لیے کافی ہو۔ اس لیے اس سے زیادہ کا حصول ان کے لیے ناممکن ہوتا ہے۔ ان کے درمیان محدود وسائل کے حصول کے لیے لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جس زمین پر وہ مقیم ہوتے ہیں وہ، جب تک وہ وہاں رہیں، ان کی اجتماعی ملکیت ہوتی ہے۔ اگر کوئی دوسرا فرد یا گروہ اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اسے تعدی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ان

گروہوں کو ان زرخیز زمینوں پر قبضہ کرنے میں تردد نہیں ہوتا جہاں ان کے جانوروں کے لیے چارہ اور پانی ہو۔ یہی چیز عام طور پر بدوی سماج کے مختلف گروہوں کے درمیان مخاصمت کی وجہ بنتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی آپسی لڑائیوں کی وجہ ان کے اندر موجود بدلہ کی عادت (عادة الثأر) ہوتی ہے۔ اس کی رو سے اگر کسی گروہ کا ایک فرد دوسرے گروہ کے افراد یا چیزوں پر تعدی کرتا ہے تو اسے اس پورے گروہ کی جانب سے تعدی سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کسی ظلم وزیادتی سے نقصان اٹھانے والا اگرچہ ایک فرد ہی کیوں نہ ہو، اسے پورے گروہ پر تعدی سمجھا جاتا ہے۔ اسی صورت حال کی وجہ سے یہ لوگ ہمیشہ مسلح ہوتے ہیں اور یہی چیز ان کے مضبوط عصبیت کا باعث بنتی ہے۔ یہی عصبیت جماعت کی روح اور اس کی قوت کا منبع ہوتی ہے۔

3.7 کسی بھی دعوت وتحریک کے قیام کے لیے عصبیت ضروری ہے

ابن خلدون کہتے ہیں کہ جس طرح بدوی سماج میں رہائش کے لیے عصبیت ضروری ہے اسی طرح نبوت یا بادشاہت کے قیام یا کسی بھی دعوت کے لیے عصبیت ضروری ہے۔ اس لیے کہ لوگوں کی فطرت میں نافرمانی پائی جاتی ہے۔ وہ قتال کے بغیر کسی چیز کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے اور قتال کے لیے عصبیت ضروری چیز ہے۔

3.8 عصبیت اور سرداری

اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ بدوی سماج میں داخلی ظلم وعدوان سے لوگوں کی حفاظت سردار اور بزرگ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اہل عصبیت کی سرداری کے لیے کیا شرائط ہیں، خواہ وہ کسی عصبہ یا گروہ کی سرداری ہو یا عصبیت عامہ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے جڑنے والی کئی عصبات یا گروہوں کی سرداری۔ ابن خلدون اس سرداری کے لیے تین شرطیں بیان کرتے ہیں۔

۱۔ نسب صریح

۲۔ شرف وحسب

۳۔ غلبہ

۱۔ نسب صریح: ابن خلدون کہتے ہیں: إن الرئاسة على أهل العصبية لا تكون في غير نسبهم یعنی اہل عصبیت کی سرداری نسب سے باہر نہیں ہوتی۔ یہ بات اوپر بیان کی جاچکی ہے کہ کسی عصبہ یا جماعت میں وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جن سے خونی رشتہ نہیں ہوتا بلکہ ولاء یا حلف کا تعلق ہوتا ہے۔ نسبی رشتہ رکھنے والوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔ لیکن صریح نسب سے مراد خالص خون نہیں ہے بلکہ جماعت کے ساتھ قدیم تعلق اور طویل معاشرت ہے۔ ولاء اور عہد کے تعلق سے عصبیت حاصل ہو سکتی ہے مگر سرداری نہیں۔ اس کے لیے نسب ضروری ہے۔

۲۔ شرف و حسب : اہل عصبیت کے اندر سرداری پانے کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ اس شخص کے آباء شرفاء اور صفات حمیدہ کے حامل رہے ہوں۔ یہ سرداری موروثی طور پر منتقل ہوتی ہے۔ ابن خلدون کہتے ہیں کہ خاندان و شرف اصلا اہل عصبیت ہی کے لیے ہے۔ قصبوں والے مجازی طور پر خاندانی کہلاتے ہیں۔ اس لیے کہ شرف و حسب خلال حمیدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ قصبوں والے ان سے عاری ہوتے ہیں۔

ابن خلدون کہتے ہیں کہ (إن الرئاسة إنما هي سؤدد، و صاحبها متبوع، وليس لهم قهر في أحكامه) یعنی نسب و حسب سے جو سرداری حاصل ہوتی ہے وہ معنوی ہوتی ہے۔ سردار کی بات مانی جاتی ہے لیکن اس کے پاس اپنے احکام کو نافذ کرنے کے لیے قوت قاہرہ نہیں ہوتی۔ سردار کا سب احترام کرتے ہیں لیکن اس کی تنقید بھی کی جاتی ہے اور مواخذہ بھی۔

۳۔ غلبہ : جہاں تک عصبیت خاصہ میں سرداری کا معاملہ ہے اس کے لیے مذکورہ بالا دو شرطیں کافی ہیں یعنی نسب صریح اور شرف و حسب لیکن عصبیت عامہ کی سرداری کے لیے غلبہ ضروری ہے۔ عصبیت عامہ کئی خاص عصبیتوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان تمام خاص عصبیتوں میں سے غالب عصبیت خاصہ ہی کو سرداری حاصل ہوتی ہے۔

قبائلی سماج قریبی رشتہ یا دور کے رشتوں کی بنیاد پر بننے والی کئی جماعتوں یا گروہوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک گروہ مضبوط عصبیت کی بنیاد پر دیگر تمام گروہوں پر غالب آتا ہے اور تمام گروہ اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ ایک بڑی وحدت تشکیل دیتے ہیں۔

3.9 حکومت و اقتدار عصبیت کی غایت

ابن خلدون کے نزدیک حکومت عصبیت کی فطری غایت ہوتی ہے۔ الغاية التي تجري إليها العصبية هي الملك-وہ کہتے ہیں کہ یہ کوئی اختیاری معاملہ نہیں ہے بلکہ طبعی طور ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ ایک سماجی حقیقت ہے۔ جب کوئی گروہ مضبوط عصبیت کی بنیاد پر اپنی قوم پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے تو طبعی طور پر دوسری عصبیتوں پر جو ان سے دور ہوں، غلبہ پانا چاہتا ہے۔ اگر ان پر بھی غلبہ پالیتا ہے تو انہیں اپنے ساتھ جوڑلیتا ہے اور اس کی قوت مزید بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح غلبہ و تحکم حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی طاقت حکومت کی طاقت کے برابر ہو جاتی ہے۔ قبیلہ کو حکومت استبداد یا مظاہرہ (حکومت کی مدد و حمایت) کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

اگر وہ حکومت کو بڑھاپے (زوال و انحطاط) کی حالت میں پاتا ہے اور اسے روکنے کے لیے حکومت کے اولیاء اور اہل عصبیات نہیں ہوتے تو وہ اس پر قبضہ کرلیتا ہے اور اقتدار چھین لیتا ہے اور حکومت پورے طور پر اسی کی ہو جاتی ہے۔ اسے وہ "الملك باالاستبداد" کہتے ہیں۔

اگر اس کی طاقت حکومت کی طاقت کے برابر ہو جاتی ہے لیکن حکومت بڑھاپے (زوال و انحطاط) کی حالت میں نہیں ہوتی اور صرف اسے اہل عصبیات کی مدد اور پشت پناہی کی ضرورت ہوتی ہے تو حکومت اس عصبیت کو اپنا مددگار بنالیتی ہے۔ اسے وہ " الملك بالمظاهرة" کہتے ہیں یعنی حکومت کی مدد اور حمایت کے ذریعے حکومت میں نفوذ کا نام دیتے ہیں۔

جس طرح حکومت کے حصول میں عصبیت کا رول ہوتا ہے اسی طرح اس کی بقا میں بھی عصبیت کا رول ہوتا ہے۔ حکومت جب کسی قوم کے بعض گروہوں سے چھن جاتی ہے تو اسی قوم کے دوسرے گروہوں کی طرف چلی جاتی ہے جب تک ان کے اندر عصبیت باقی رہے۔

3.10 عصبیت کے فعال ہونے کے شرائط

عصبیت کے اوپر یہ بات آچکی ہے وہ پہلے ٹکراو کی قوت بنتی ہے اور اس کے بعد اقتدار کے حصول کی طالب ہوتی ہے اور بالآخر حکومت کی تاسیس کا سبب بنتی ہے۔ عصبیت اس وقت یہ رول ادا کرتی ہے جب دو شرطیں پائی جائیں۔

ا۔ عصبیت عامہ کا وجود جو کئی متفرق / خاص عصبیتوں کو اپنے اندر جمع کرلے۔

۲۔ حکومت کا بڑھاپے / اضمحلال کی حالت میں ہونا

وہی عصبیت طاقتور اور فعال ہوتی ہے جو براہ راست موجودہ حکومت کے تابع فرماں نہ ہو۔ یہ عصبیت یا تو ان بدووں کی عصبیت ہوگی جو صحراوں میں آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں اور کوئی ٹیکس ادا نہیں کرتے۔ یا یہ شہر والوں سے مغلوب بدووں کی عصبیت ہوگی جو سلطنت کے اضمحلال اور ضعف کی وجہ سے چین کی سانس لیتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں یہ بدویوں کی عصبیت ہی ہوگی۔ اس لیے کہ یہی لوگ ہیں جو حکومت کے کنٹرول سے ایک کم یا طویل مدت کے لیے آزاد رہ سکتے ہیں۔ شہر کے لوگ ہمیشہ اقتدار کے زیر نگیں ہوتے ہیں اور حکومت ہی ان کی حمایت کرتی ہے جس کی وجہ سے ان کے اندر عصبیت کا فقدان ہوتا ہے۔ ان کے اندر عصبیت کے کچھ مظاہر اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب حکومت پوری طرح ختم ہو جائے اور کوئی قوی عصبیت اقتدار کی طالب نہ ہو۔ یہ ایک طرح کا تحزب ہوتا ہے جس کے ذریعے یہ لوگ ملک اصغر یا امارت حاصل تو کرسکتے ہیں لیکن اصل حکومت یا ملک اعظم حاصل نہیں کرسکتے۔

3.11 عصبیت اور دینی دعوت

عصبیت کو مضبوط کرنے میں مذہب کا بھی اہم رول ہوتا ہے۔ بدوں کی وہ قسم جو خانہ بدوش ہوتی ہے، ان کے اندر توحش یعنی لوگوں سے دوری پائی جاتی ہے۔ وہ لوگ صحراوں میں رہتے ہیں اور اپنی سخت طبیعت کی وجہ سے کسی کی اطاعت و فرماں برداری قبول نہیں کرتے۔ ان کا سردار بھی ان کا محتاج ہوتا ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر مجبور ہوتا ہے تاکہ عصبیت جو ان سب کی حفاظت و مدافعت کا ذریعہ ہے، ختم نہ ہو جائے۔ یہ تمام قوموں سے زیادہ حکومت اور اقتدار کی سیاست سے دور ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ بادشاہ یا سلطان کے پاس قوت قاہرہ ہونا ضروری ہے ورنہ اس کی حکومت نہیں چلے گی جب کہ یہ لوگ کسی کے آگے نہیں جھکتے۔ ان کی پوری زندگی انتہائی سخت کوشی سے عبارت ہوتی ہے۔

ان خانہ بدوش بدووں کی عصبیت آگے بڑھ کر اس عام عصبیت کا حصہ نہیں بنتی جس کی غایت حضری زندگی، شاہی اقتدار اور اس کے ثمرات ہوتے ہیں الا یہ کہ کسی دینی دعوت یا اصلاحی تحریک کے زیر اثر ان کے حالات تبدیل ہو جائیں۔ دینی دعوت خواہ وہ نبوت و

رسالت کی شکل میں ہو یا کسی اصلاحی تحریک کی صورت میں، ان کے اندر سے سختی، تنافس، حسد وغیرہ ختم کر دیتی ہے۔ دینی دعوت یا تحریک ایک طرف اس کی باہمی منافست اور اختلافات کو ختم کرتی ہے اور ان کے اندر تعاون کی عادت پیدا کرتی ہے اور دوسری طرف طبیعت میں موجود ظلم وعدوان کو کنٹرول کرتی ہے اور اسے جہاد کا مثبت رخ دیتی ہے۔

مذہب ان عصبیتوں کو ایک جامع عصبیت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ مذہب عصبیت کو ختم نہیں کرتا بلکہ اسے محدود دائرے سے نکال کر وسیع دائرے میں منتقل کر دیتا ہے۔ عربوں کے اندر اسلام کے علم کے تحت جمع ہونے کے بعد مضبوط عصبیت پیدا ہو گئی۔ مذہب کے اندر لوگوں کے دلوں کو جمع کرنے کی قوت اس کے اصول ومبادی سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن دینی دعوت خود اگر عصبیت کے باہر سے اٹھی ہو اسے قبول عام حاصل نہیں ہوتا (الدعوة الدينية من غير عصبية لا تتم)۔

3.12 عصبیت کے زوال یا خاتمے کے اسباب

کچھ عوامل ایسے ہیں جو عصبیت کو کمزور اور ختم کر دیتے ہیں اور اسے اپنا تاریخی کردار ادا کرنے سے روک دیتے ہیں۔ وہ رکاوٹیں جو عصبیت کو اس کی فطری غایت یعنی حکومت واقتدار تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ وہ چیزیں جو ابتدا ہی میں عصبیت کو کمزور کر دیتی ہیں۔

۲۔ وہ چیزیں جو درمیانی راستے میں عصبیت کی پیش قدمی کو روک دیتی ہیں۔

پہلی قسم کی رکاوٹوں میں کمزوری وتابعداری ہے۔ اور دوسری قسم کی رکاوٹوں میں مادی آسائشوں اور نعمتوں میں انغماس ہے۔ سردار کا عصبیت سے حاصل ہونے والے فوائد سے اپنے لوگوں کو محروم کر دینا اور غلبہ وتحکم میں ان کو شریک نہ کرنا بھی عصبیت کو ختم کرنے کا باعث بنتا ہے۔

3.12.1 کمزوری اور تابعداری

دوسروں کے آگے کمزوری وتابعداری حکومت کے حصول میں رکاوٹ ہے۔ یہ عصبیت کو آغاز ہی میں کمزور کر دیتی ہے۔ عصبیت اسی وقت مضبوط ہوتی ہے اور حکومت کے حصول میں اپنا رول ادا کرتی ہے جب وہ کسی بھی خارجی طاقت کی تابعداری واطاعت سے آزاد ہوتی ہے۔ یہ طاقت خواہ کوئی حکومت ہو یا غالب ومستبد عصبیت۔ اور چاہے یہ تحکم اور غلبہ نفوس یعنی لوگوں پر ہو یا اموال پر جیسے ٹیکس اور تاوان ہی کی شکل میں ہوتا ہے۔

کمزوری اور تابعداری عصبیت کی شدت کو ختم کر دیتی ہیں اور اس میں رخنہ ڈال دیتی ہیں۔ ذلت وانقیاد عصبیت کے فقدان کی دلیل ہے۔ ذلت کا مطلب مدافعت سے عاجزی ہے۔ جو جماعت مدافعت سے عاجز ہو جاتی ہے وہ مقاومت اور حکومت کے مطالبے سے بھی عاجز ہوتی ہے۔ جب کوئی قوم مغلوب ہو جاتی ہے اور دوسروں کے احکام کی تابع ہو جاتی ہے تو حکومت حاصل کرنا تو درکنار، اس کے وجود کا باقی رہنا بھی محال ہو جاتا ہے۔ ایسی قوم جلد ہی فنا ہو جاتی ہے۔

3.12.1 مادی خوشحالی کا حصول اور آسائشوں میں انغماس

پر تعیش زندگی عصبیت کو حکومت کے حصول کے راستے میں کمزور کرنے والی رکاوٹ ہے۔ قبیلہ جب اپنی عصبیت کی طاقت کے ذریعے کسی حد تک غلبہ حاصل کرلیتا ہے تو اسی کے بقدر اسے آسائشیں بھی حاصل ہوتی ہیں اور وہ دوسرے مادی طور پر خوشحال لوگوں کے ساتھ سامان عیش و عشرت سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اپنے غلبے کے ذریعے حکومت کی حمایت و پشت پناہی بھی کرتا ہے۔ اگر حکومت کی طاقت اتنی ہو کہ کوئی اس سے اقتدار چھین نہیں سکتا ہو اور نہ اس میں شریک ہو سکتا ہو تو قبیلہ اس کے اولیاء میں شامل ہو جاتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والی نعمتوں پر قانع ہو جاتا ہے۔ وہ حکومت اور اس کے اسباب کے حصول کی تمنا نہیں کرتا۔ قبیلہ کے لوگوں کی توجہ آسائشوں کے حصول، حکومت کے زیر سایۂ سکون و آرام اور ملابس اور عمارتوں میں حکومت کے طور طریقوں کی نقالی تک محدود ہوتی ہے۔ ان کے اندر سے بداوت کی سختی اور شجاعت ختم ہو جاتی ہے اور عصبیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ ان کی اولاد بھی اسی طرز زندگی میں پرورش پاتی ہے اور ان کی آئندہ نسلوں میں عصبیت بالکل ختم ہو جاتی ہے اور یہ قوم فنا ہو جاتی ہے۔ جب عصبیت ختم ہو جاتی ہے تو قبیلہ اپنی حفاظت و مدافعت سے قاصر ہو جاتا ہے چہ جائیکہ وہ حکومت کے حصول کی کوشش کرے۔ اور دیگر قومیں اسے نگل لیتی ہیں۔ عصبیت کا وجود بداوت کی سختی کے ساتھ مرتبط ہے۔

3.12.2 سردار کا مادی فوائد میں دوسروں کو شریک نہ کرنا

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حکومت اس عصبیت عامہ کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہے جو کئی عصبیتوں سے مل کر بنتی ہے۔ ان عصبیتوں میں سے ایک مضبوط عصبیت تمام عصبیتوں پر غلبہ پا لیتی ہے اور انہیں اپنے ساتھ جوڑ لیتی ہے۔ اس اس طرح وہ حکومت حاصل کر لیتی ہے۔ اس غالب عصبیت کا سردار تمام ماتحت عصبیتوں کا بھی سردار قرار پاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کے اندر کبر پیدا ہوتا ہے اور وہ دوسروں کو اپنے اقتدار میں شریک نہیں کرنا چاہتا۔ وہ حکومت اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مادی فوائد کو اپنی ذات یا اپنے خاندان تک محدود رکھتا ہے اور دوسروں کو ان فوائد میں شریک ہونے سے روک دیتا ہے تو عصبیت ختم ہو جاتی ہے۔

3.13 عصبیت اور حضری سماج

اب تک کی بحث سے یہ بات واضح ہو گئی ہو گی کہ عصبیت اصلاً بدوی سماج کا ظاہرہ ہے۔ کیونکہ عصبیت درحقیقت خارجی تعدی سے قبیلے کی حفاظت کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ حضری سماج میں حکومت کی فوج اور شہر کی فصیلیں یہ کام انجام دیتی ہے۔ اسی طرح عصبیت کے لیے بدوی سماج کی سختی ضروری ہے۔ شہروں کی آرام دہ اور پر تعیش زندگی میں عصبیت معدوم ہو جاتی ہے۔ ابن خلدون حضری سماج کی عصبیت کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے مراد درحقیقت کچھ سماجی گروہوں کی حزب بندی کا نام ہے جو بعض خاص حالات مثلاً حکومت کے زوال اور حکومت کے حصول کی سعی کرنے والی بدوی عصبیت کے معدوم ہونے کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔

3.14 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعہ سے:

- آپ نے ابن کے خلدون کے تصور عصبیت کو سمجھا۔
- آپ قبائلی سماج میں عصبیت کی اہمیت سے واقف ہوئے۔
- عصبیت جن بنیادوں پر قائم ہوتی ہے ان کے بارے میں آپ نے واقفیت حاصل کی۔
- عصبیت خاصہ اور عصبیت عامہ کے بارے میں واقفیت حاصل کی۔
- قبائلی سماج میں حکومتوں کے قیام اور زوال میں عصبیت کے رول کو سمجھا۔
- عصبیت کی فعالیت اور زوال کے وجوہ واسباب سے واقف ہوئے۔

3.15 کلیدی الفاظ (Key Words)

وازع: وہ قوت جو انسان کی طبیعت میں موجود ظلم اور سرکشی کو روکے اور لگام دے۔ حاکم بھی ایک وازع ہے۔

عَصَبہ: اس کے معنی جماعت یا گروہ کے ہیں لیکن وہی جماعت یا گروہ عصبہ کہلاتا ہے جو کسی شخص کے قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہو جو اس کے ساتھ رہتے ہوں۔

عصبیت:

عصبیت خاصہ: وہ جماعت (عصبہ) جنہیں قریبی رشتہ یا خاص نسبت آپس میں جوڑتی ہو اس کے افراد کے درمیان قائم عصبیت عصبیت خاصہ ہوتی ہے۔

عصبیت عامہ: وہ جماعتیں (عصبات) جن کا دائرہ زیادہ وسیع ہو اور جن میں ربط نسبتاً کم ہو اور جنہیں دور کا رشتہ یا نسب عام جوڑتا ہو، ان کے درمیان قائم ہونے والی عصبیت عصبیت عامہ ہوتی ہے۔

ولاء: اس کے معنی قرابت اور تابعداری کے ہیں۔ ولاء ایک ایسے تعلق کا نام ہے جو غلام کو آزاد کرنے سے بنتا ہے۔ ایسا غلام اپنے آقا کے گھر کا فرد سمجھا جاتا ہے۔

حِلف: معاہدہ۔ اسی سے لفظ حلیف نکلا ہے یعنی وہ شخص جس سے معاہدہ ہو۔ کسی قبیلے کا حلیف بننے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی دشمنوں کے مقابلے میں قبیلے کی حفاظت و دفاع میں قبیلے کے افراد ساتھ کھڑے ہو۔

3.16 نمونہ امتحانی سوالات (Model Questions)

3.16.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1۔ عصبیت کی مضبوط ترین بنیاد ______ کی بنیاد پر وحدت قائم ہونے والی ہے۔

(A) نسب (B) ولاء (C) معاہدہ (D) رنگ

2۔ عصبیت کی فطری غایت ______ ہوتی ہے۔

(A) سرداری (B) حکومت (C) شہرت (D) بدلہ

3۔ عصبیت عامہ کئی ______ پر مشتمل ہوتی ہے۔

(A) حکومتوں (B) دیہاتوں (C) شہروں (D) عصبیتوں

4۔ عصبیت خاصہ ______ کی بنیاد پر بنتی ہے۔

(A) حکومت (B) قبیلے (C) نسب خاص (D) نسب عام

5۔ عصبہ کے لفظی معنی ______ کے ہیں۔

(A) جماعت (B) پڑوسی (C) دوست (D) معاہدہ

6۔ ______ عصبیت کو کمزور کرتی ہے۔

(A) جنگ (B) پر تعیش زندگی (C) سخت کوشی (D) معاشی تنگ دستی

7۔ دوسروں کی تابعداری عصبیت کو ______ کرتی ہے۔

(A) مضبوط (B) کمزور (C) نمایاں (D) آسان

8۔ عصبیت ______ کا خاص ظاہرہ ہے۔

(A) شہروں (B) قصبوں (C) بدوی سماج (D) حکومتوں

9۔ کسی بھی دینی دعوت یا حکومت کے قیام کے لیے ______ ضروری ہے۔

(A) جماعت (B) اتحاد (C) معاہدہ (D) عصبیت

10۔ بدوی سماج میں عصبیت ______ سے حفاظت کرتی ہے۔

(A) داخلی عدوان (B) خارجی عدوان (C) سخت کوشی (D) غربت

3.16.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1۔ عصبیت سے ابن خلدون کیا مراد لیتے ہیں؟

2۔ عصبیت عامہ اور عصبیت خاصہ کے بارے میں ڈالیے۔

3۔ اہل عصبیت کی سرداری کے شرائط پر روشنی ڈالیے۔

3.16.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1۔ قبائلی سماج میں عصبیت کی اہمیت و مرکزیت پر روشنی ڈالیے ۔

2۔ حکومت کے قیام اور اس کے زوال میں عصبیت کے رول پر تفصیل سے لکھیے۔

3۔ عصبیت کے فعال اور کمزور ہونے کے اسباب بیان کیجیے ۔

3.17 تجویز کردہ مواد (Suggested Readings)

---

1. عبدالرحمن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ)، مترجم: راغب رحمانی دہلوی ، اعتقاد پبلشنگ ہاوس، نئی دہلی، 1987
2. Ibn Khaldun, 1967, Ibn Khaldun: The Muqadimmah – An Introduction to History, 3 vols, trans. Franz Rosenthal. London: Routledge and Kegan Paul
3. Mohammad Abdullah Enan, 2007, Ibn Khaldun: His Life and Works, Islamic Book Trust, Petaling Jaya
4. Syed Farid Alatas, "Ibn Khaldun" in George Ritzer, Jeffrey Stepnisky edited The Wiley-Blackwell Companion to Major Social Theorists, Volume I Classical Social Theorists, Wiley-Blackwell, 2011, India
5. Syed Farid Alatas, 2013, Ibn Khaldun: Makers of Islamic Civilization, Oxford University Press, Oxford
6. Syed Farid Alatas, 2014, Applying Ibn Khaldun The Recovery of a Lost Tradition in Sociology, Routledge Publications, New York
7. Syed Farid Alatas, 2006, Ibn Khaldun and Contemporary Sociology, International Sociolgy, Vol 21 (6): 782-795

8. Fuad Baali, 1988 Society, State, and Urbanism: Ibn Khaldun's Sociological Thought, Suny Press, Albany
9. Fuad Baali, Ilm Al-Umran and Sociology: A Comparative Study, Annals of the Faculty of Arts, 36th Monograph, Vol. 7. Kuwait: Kuwait University
10. Allen James Fromherz, 2011, Ibn Khaldun: Life and Times, Edinburg University Press, Edinburg
11. Robert Irwin, 2018, Ibn Khaldun: An Intellectual Biography, Princeton University Press, New Jersey

اکائی 17: امائل درکھائم :حیات وخدمات

(Life and History of Emile Durkheim)

اکائی کے اجزا

17.0 تمہید

17.1 مقاصد

17.2 امائل درکھائم: حیات اور سماجی احوال

17.3 امائل درکھائم کی بنیادی فکر

17.4 مشہور تصنیفات

17.5 اہم نظریات کا مختصر تعارف

17.6 اکتسابی نتائج

17.7 کلیدی الفاظ

17.8 نمونہ امتحانی سوالات

17.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

17.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

17.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

17.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں

17.0 تمہید (Introduction)

سماجیات کی دنیامیں امائل درکھائم (1858-1917) کا ایک نمایاں مقام ہے۔اس کا شمار فرانس کے ان نامور مفکرین اورماہرین سماجیات میں ہوتا ہے جس نے علم وتحقیق کی دنیامیں حیرت انگیز اثرات مرتب کئے ہیں۔درکھائم کا خاندان بہت مذہبی تھااور وہ خود بھی مذہب سے بہت دلچسپی رکھتا تھا۔لیکن مذہب میں اس کی دلچسپی دینیاتی نہیں بلکہ اکادمی نوعیت کی تھی۔اس کا رجحان سائنسی تھا۔اسی لیے اس نے روایتی فلسفے کو چھوڑکر اپنے اندر سائنسی مزاج کو مزید پروان چڑھایا اور اس بات کی کوشش کی کہ اخلاقی میدان میں سماج کی رہنمائی کے لیے سائنسی تربیت (Scientific Training) کا رول ہو۔اگرچہ درکھائم سائنسی سماجیات میں بہت دلچسپی رکھتا تھا، لیکن اس وقت تک سماجیات (Sociology) کا کوئی مستقل شعبہ نہیں تھااور نہ ہی اسے ایک آزاد مضمون (Independent Discipline) کی حیثیت حاصل تھی۔

سماجیات کو ایک مستقل اور منظم شعبہ (Independent Discipline) کی حیثیت سے متعارف کرانے میں درکھائم کی غیر معمولی خدمات رہی ہیں۔اس نے سماجیات کو نہ صرف نئے تصورات(Concepts) سے بہرہ مند کیا، بلکہ نئے سماجیاتی نظریات اور ریسرچ وتحقیق کے نئے اصول بھی دیئے۔اگست کومٹ اور ہربرٹ اسپینسر کے ساتھ ساتھ درکھائم کو بھی سماجیات کے بانیوں (Founding fathers) میں شمار کیا جاتاہے۔درکھائم نے اپنے وقت کے اخلاقی مسائل کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا، اور فرانس کے اخلاقی اور سیاسی استحکام کے لئے علمی کوششیں کرتا رہا۔درکھائم کا کہنا ہے کہ ایک سائنٹیفک سماجیاتی نظام کی مدد سے ہی ہم سماج کی اخلاقی سمت متعین کرسکتے ہیں، اور یہ سائنٹیفک سماجیاتی نظام مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ سماج کو اخلاقی طور پر مستحکم اور مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔درکھائم نے سماج کے مختلف پہلوؤں پر سائنسی نقطہ نظر سے مطالعہ کیا، اور اپنے پیچھے علم وتحقیق کا عظیم ورثہ چھوڑا۔

درکھائم نے اپنے افکار کی وضاحت مختلف تصنیفات کے ذریعہ کیا ہے جس کا ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کریں گے، لیکن یہاں یہ بات جان لینی چاہئے کہ ان کی فکر کی بنیاد اس نقطہ پر ہے کہ 'فرد کے اختیارات اجتماعی قوتوں (Collective Forces) کے تابع ہے' یعنی یہ سماجی قوتیں ہیں جو فرد کے اخلاق واطوار اور سوچ وفکر کو تشکیل دیتی ہیں، اور فرد نادانستہ طور پر (Unconsciously) سماجی قوتوں کا اتباع کرتا رہتاہے۔اس ضمن میں درکھائم نے ایک نئے اصول تحقیق (Research Methodology) کی بناڈالی جسے ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے ذکر کریں گے۔

17.1 مقاصد (Objectives)

سماجیات کے میدان میں بہت سے نامور مفکرین گزرے ہیں، لیکن فرانسیسی مفکر امائل درکھائم (Emile Durkheim) کو ان کی غیر معمولی سماجیاتی افکار کی وجہ سے ان میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے ۔ سماجیات کو ایک مکمل اور منظم مضمون (Independent Discipline) کی حیثیت سے متعارف کرانے میں درکھائم کا بہت بڑا کردار رہاہے۔اس اکائی میں ہم اس وقت کی سماجی اور سیاسی احوال پر

روشنی ڈالیں گے جس میں درکھائم نے آنکھیں کھولی، اور جس کے اثرات ان کی سوچ و فکر پر مرتب ہوئے ہیں۔ نیز اس اکائی کے مطالعہ سے قاری کو درج ذیل چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی؛

1۔ درکھائم کے نمایاں افکار اور اس کی سماجیاتی خدمات کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی؛

2۔ اس اکائی کے مطالعہ سے درکھائم کے اہم نظریات کے بارے میں واقفیت ہوگی؛

3۔ اس اکائی میں درکھائم کی مشہور تصنیفات کا ذکر کیا جائے گا۔

4۔ درکھائم نے سماجیات کے میدان میں ایک نئے اصول تحقیق کی بنا ڈالی ہے۔ اس اکائی میں ہم اس پر بھی گفتگو کریں گے۔

17.2 امائل درکھائم: حیات اور سماجی احوال (Durkheim: His life and Social Conditions)

ڈیویڈ امائل درکھائم (David Emile Durkheim) کی پیدائش 15 اپریل 1858 عیسویں میں فرانس کے شہر اپینل (Epinal) میں ہوئی۔ ان کا تعلق یہودیوں کے ایک مذہبی خاندان سے تھا۔ ان کے آباء واجداد کا شمار یہودیوں کے بڑے راہبین میں ہوتا تھا، اور یہ امید کی جاتی تھی کہ درکھائم بھی بڑے ہو کر اس مذہبی وراثت کو سنبھالیں گے لیکن درکھائم نے مذہبی تعلیم کے مقابلے میں سیکولر تعلیم کو ترجیح دی۔ شروع سے ہی یہ سماج کا سائنٹیفک مطالعہ کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔ لہٰذا وہ علم نفسیات، فلسفہ، اور علم اخلاق (Ethics) جیسے مضامین میں غوطہ زنی کے بعد بالآخر سماجیات کو اپنے لئے ایک مستقل مضمون کے طور پر منتخب کیا۔
درکھائم 1882 سے 1887 تک بہت سے صوبائی اسکولوں میں فلسفہ کے استاذ کی حیثیت سے اپنی خدمات انجام دیتے رہے۔ جرمنی میں انہوں نے ماربرگ، برلن، اور لیپ زِگ یونیورسٹیز سے سماجیات کی تعلیم حاصل کی اور 1886 تک وہ اپنی ریسرچ کے مقالے (Doctoral Dissertation) کے طور پر 'سماج میں تقسیم کار' (The Division of Labour in Society) کو مکمل کر چکے تھے۔ جرمنی میں قیام کے دوران درکھائم نے جرمن سوشل سائنس اور فلسفہ پر بہت سے مضامین اور تحقیقی مقالے شائع کئے۔ ان کے مضامین کو جرمنی اور فرانس کے اہل علم طبقے میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی جس کی وجہ سے 1887 میں بارڈی آکس یونیورسٹی (University of Bordeaux) میں بحیثیت استاذ ان کا تقرر ہوا۔ 1917 عیسوی کو درکھائم اس دنیا سے کوچ کر گئے۔

17.3 امائل درکھائم کی بنیادی فکر (Basic Thoughts of Emile Durkheim)

سماجیات کی دنیا میں درکھائم کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ انسانوں کے اخلاق و اطوار کو مذہبی اور نفسیاتی دائرے سے اٹھ کر اسے سماجیاتی نقطہ نظر سے مطالعہ کرنے کا سلسلہ درکھائم سے ہی شروع ہوتا ہے۔ درکھائم کی سماجیاتی فکر میں دو بہت ہی اہم نکات ملتے ہیں اور ان کے تمام ہی نظریات اور سماجیاتی تصورات میں یہ دونوں نکات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ پہلا نکتہ یہ ہیکہ درکھائم نے فرد پر سماج کو فوقیت دی ہے، اور

دوسرا یہ ہیکہ سماج کو سائنسی انداز میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ دونوں خیالات ماہرین سماجیات کے درمیان ہمیشہ سے متازع رہے ہیں اور آج بھی ہیں، لیکن درکھائم کے افکار کی معنویت آج بھی سماجیات میں پہلے جیسی ہے۔

ہم جس سماج میں رہتے ہیں وہاں ہر چیز کا انتساب فرد کی طرف کیا جاتا ہے، یعنی ہر چیز کو ہم فرد سے جوڑ کر دیکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ مسائل جو واضح طور پر سماجی ہیں جیسے نسلی اور علاقائی عصبیت، ذات پات، فرقہ واریت، اور بڑے بڑے معاشیاتی مسائل کو بھی فرد کی سطح پر دیکھا جاتا ہے۔ درکھائم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہیکہ انھوں نے چیزوں کو مخالف نقطہ نظر سے دیکھنے کا آغاز کیا، اور انسان کے تمام ہی مسائل کو سماج کی سطح پر دیکھنے کی تاکید کرتے رہے ہیں۔ اس وقت کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو سماج کو بحیثیت ایک اکائی کے اہمیت دیتے تھے لیکن سماج کا سائنسی مطالعہ کرنے کا خیال ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ درکھائم کا یہ دوسرا بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے دنیا کے سامنے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی کہ سماج (Society) کو بھی سائنسی طریقے پر مشاہدہ اور مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

درکھائم کے مطابق سماج سماجی حقائق (Social Facts) کا مرکب ہے جو ہماری وجدانی سمجھ سے بالاتر ہے، اور جسے صرف مشاہدہ (Observation) اور پیمائش (Measurements) کے ذریعہ جانچ پڑتال کر کے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ سماجیات کی دنیا میں درکھائم کا پیش کردہ یہ تصور اتنا اہم ثابت ہوا کہ اکثر انھیں سماجیات کا بانی (Founder of Sociology) کے نام سے بلایا جانے لگا۔ لیکن سماجیات کو ایک مستقل اور منظم شعبہ (Independent Discipline) کی حیثیت سے متعارف کرانے کا سہرا حقیقت میں درکھائم کو ہی جاتا ہے، اور یہ ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔

درکھائم کا یہ ماننا تھا کہ سماجیات (Sociology) ایک فکر کا نام ہے جس کا ظہور فرانس میں انیسویں صدی میں ہوا، جس کی بنیاد قدیم یونانی فلسفیوں مثلاً افلاطون، ارسطو، اور مونٹیسکیو سے جا کر ملتی ہے مگر ان فلسفیوں نے ایک نیا الگ شعبہ تخلیق کرنے کی کوشش نہیں کی۔ درکھائم کی بنیادی کوشش یہ تھی کہ اس فکر کو ایک منظم اور متعین شعبہ کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے۔ لفظ 'سوشیالوجی' کی ایجاد تو کچھ سال پہلے اگست کومٹ نے کر دیا تھا لیکن اس وقت (انیسویں صدی کے آخری دنوں تک) کسی بھی یونیورسٹی میں سماجیات (Sociology) نام کا نہ کوئی مضمون پڑھایا جاتا تھا، اور نہ ہی اس کا کوئی الگ شعبہ اور کوئی فروفیسر تھا۔ اس زمانے میں چند مفکرین تھے جو ان افکار پر اپنی رائے رکھتے تھے جو بہت حد تک سماجیاتی (Sociological) تھے، لیکن سماجیات کے لئے کوئی ایک الگ شعبہ متعین نہیں تھا۔ ایک نئے مضمون (Discipline) کی تخلیق کی جو کوششیں ہو رہی تھیں اس کے سلسلے میں ہر جانب سے مخالفت کی گئی، لیکن سب سے سخت مخالفت علم نفسیات (Psychology) اور فلسفہ کی طرف سے کی گئی، اور یہ دلیل دی گئی کہ جو مباحث اور مسائل سماجیات کا دائرہ کار ہیں وہ پہلے سے ہی یہ دونوں احاطہ کر رہی ہیں۔ لیکن اس کے جواب میں درکھائم کا یہ کہنا تھا کہ سماجیات کا کام دونوں مضامین سے الگ مسائل کی تجرباتی تحقیق کرنا ہوگا، جو اس زمانے میں بالکل نیا اور منفرد خیال تھا۔ درکھائم کے لئے سب سے بڑا چیلنج ان ماہرین سماجیات کی طرف سے رہا جو سماجیات کو فلسفہ کی حد تک ہی محدود رکھنے کے قائل تھے۔ درکھائم کے مطابق اس وقت کے دو بڑے ماہرین سماجیات اگست کومٹ اور ہربرٹ اسپینسر بھی سماج کا مطالعہ تجرباتی تحقیق (Empirical Investigation) کے مقابلے میں فلسفہ کی سطح پر کرنے کو ترجیح دیتے

تھے، درکھائم کا یہ بھی کہنا تھا کہ اگر سماجیات اسی سمت کی طرف بڑھتی جدھر کومٹ اور اسپینسر لے جانے کی کوشش کر رہے تھے تو سماجیات (Sociology) اپنی ایک الگ پہچان بنانے میں ناکام رہتی اور آج اس کا وجود صرف اور صرف فلسفہ کی ایک شاخ کی حیثیت سے بچا رہتا۔ درکھائم اگست کومٹ پر تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کومٹ کے مطابق سماج دھیرے دھیرے مختلف ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے ایک مکمل سماج کا درجہ حاصل، اور وہ مختلف سماجوں کے بدلتے حالات ہوئے کا مشاہدہ اور مطالعہ کرنے کے لئے سخت محنت اور مشقت کو قابل توجہ نہیں سمجھتے ہیں۔ اسی طرح اسپینسر بھی سماجی ہم آہنگی کی بات تو کرتے ہیں لیکن وہ اس بات کو جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ سماج میں واقعی ہم آہنگی موجود بھی ہے کہ نہیں۔

ان سب کے برخلاف درکھائم کا یہ ماننا ہیکہ سماجیات کا دائرہ کار (Subject Matter) سماجی حقائق ہے جسے انھوں نے سوشل فیکٹس (Social Facts) کا نام دیا ہے۔ سوشل فیکٹس یعنی سماجی حقائق کی پہچان کے لئے درکھائم نے تین اہم خدوخال کا ذکر کیا ہے؛ بیرونی (Exteriority)، عمومیت (Generality ، رکاوٹ(Constrain) ۔ سماج میں پائی جانے والی وہ تمام چیزیں جن میں یہ خدوخال پائی جائیں اسے سماجی حقائق (Social Facts) کہا جائے گا اور یہی درکھائم کے مطابق سماجیات کا دائرہ کار(Subject Matter) ہے۔

17.4 مشہور تصنیفات (Major Works)

سماج میں تقسیم کار (The Division of Labour in Society, 1893)

سماجیاتی تحقیق کے قاعدے (The Rules of Sociological Method, 1895)

خودکشی: ایک سماجیاتی مطالعہ (Suicide: A Study in Sociology, 1897)

مذہبی زندگی کے ابتدائی شکلیں (The Elementary Forms of Religious Life, 1912)

17.5 اہم نظریات کا مختصر تعارف (A Brief Introduction of His Major Theories)

سماجی حقائق (Social Facts)

جیسا کہ پچھلے صفحات میں اس بات کا ذکر کیا جا چکا ہے کہ درکھائم نے سماجیات کو ایک الگ اور آزاد مضمون (Independent Discipline) کے درجے کے لئے بہت کوششیں کی تاکہ فلسفہ سے ہٹ کر اسکی ایک لگ شناخت بن سکے۔ اس کے لئے درکھائم نے سماجیات کا ایک الگ دائرہ کار متعین کیا اور کہا کہ سماجیات کا مقصد سماجی حقائق (Social Facts) کا سائنسی طور پر مطالعہ کرنا ہے۔ سماجی حقائق (Social Facts) کو درکھائم نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا ذکر ہم اگلی اکائی میں کریں گے، لیکن یہاں ہم مختصر طور پر اس کی وضاحت کریں گے تاکہ درکھائم کے افکار کا مختصر اً تعارف پیش کیا جا سکے۔ درکھائم کے نزدیک سماجی حقائق سماجی ساخت اور تہذیبی

اقدار وروایات کو کہتے ہیں جو فرد کی استطاعت سے باہر ہو، اور جس پر عمل کرنے کے لئے فرد اپنے آپ کو سماجی طور پر مجبور پاتا ہو جسے انگریزی میں External to, and coercive of actors کہا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یونیورسٹی کے قوانین جیسے کہ داخلہ اور فراغت کے قاعدے، نصاب اور امتحانات وغیرہ کے متعلق جو فیصلے یونیورسٹی انتظامیہ کی جانب سے کئے جاتے ہیں طلباء کو یہ سب قبول کرنا ہی ہوتا ہے چونکہ وہ ایک یونیورسٹی کی ساخت (Structure) بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان سماجی زندگی کے تمام ہی شعبہ ہائے جات میں ایک خاص انداز میں عمل اور رد عمل کرنے پر مجبور رہتا ہے۔

سماجی حقائق دراصل وہ حقائق، تصورات، امیدیں ہیں جو ایک فرد کے جواب میں رونما نہیں ہوتے، بلکہ اس کا محرک سماج ہوتا ہے، یعنی یہ سماج ہوتا جو فرد کی سماجی تربیت (Socialize) کرتا ہے، اور کن حالات میں فرد کس طرح عمل کریگا، اس کا محرک سماجی توقعات اور امیدیں ہوتی ہیں نہ کہ فرد کی ذاتی خواہش۔ مختصر یہ کہ سماجی حقائق (Social Facts) ایک ایسی اصطلاح ہے جس سے سماجی طور پر مقبول طور طریقے مراد ہیں، جو افراد کو ایک خاص انداز سے میل جول اور عمل کرنے پر مجبور کرتے ہوں، اور جس کی مذہبی، نفسیاتی اور جسمانی سطح پر وضاحت ممکن نہ ہو، بلکہ اس وضاحت صرف اور صرف سماجی طور پر ممکن ہو۔

سماجی یک جہتی (Social Solidarity)

درکھائم نے نظریہ سماجی یک جہتی (Social Solidarity) کا تصور اپنی پہلی کتاب سماج میں تقسیم کار (The Division of Labour in Society 1839) میں پیش کیا ہے۔ یک جہتی دراصل اس اجتماعی ضمیر، خیالات اور جذبات کو کہتے ہیں جو سماج میں بالکل رچ بس گیا ہو، اور جسے لوگ نادانستہ طور پر قبول کر لیتے ہوں۔ یہ یک جہتی انسان کے مشترکہ طور طریقوں اور مشترکہ افکار و خیالات کی وجہ سے عمل میں آتی ہے، جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس سماج کی ایک امتیازی شناخت بن جاتی ہے، اور جو سماج کو مضبوط اور مستحکم بناتی ہے۔ درکھائم نے یک جہتی کی دو قسمیں بیان کی ہیں؛ ایک کو میکانکی یک جہتی (Mechanical Solidarity) اور نامیاتی یک جہتی (Organic Solidarity) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل سے وضاحت ہم اگلی اکائی میں کریں گے، لیکن یہاں اتنا جان لینا ضروری ہے کہ میکانکی یک جہتی قدیم سماج کا خاصہ ہے اور نامیاتی یک جہتی جدید سماج کا خاصہ ہے۔

خودکشی (Suicide)

خودکشی (Suicide) پر درکھائم کی تحقیق سے ہمیں معلوم چلتا ہے کہ ایک ماہر سماجیات کو نظریہ اور ریسرچ کو کس طرح جوڑنا چاہئے۔ درکھائم کا کہنا تھا کہ اس تحقیق سے ان کا مقصد صرف ایک خاص سماجی مسئلہ کا مطالعہ کرنا نہیں ہے بلکہ وہ اس کے ذریعہ ایک نئے سماجیاتی طرز تحقیق سے لوگوں کو روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ خودکشی کے متعلق عموماً لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ یہ ایک ذاتی عمل ہے، لیکن درکھائم کے مطابق یہ ایک سماجی عمل ہے اور اس نے اس پر تحقیق کر کے یہ ثابت کیا کہ سماجیاتی طور پر خودکشی کو کیسے واضح کیا جاسکتا ہے۔

بحیثیت ایک ماہر سماجیات درکھائم کا مقصد اس ریسرچ کے ذریعہ یہ بیان کرنا نہیں تھا کہ ایک فرد کیوں خودکشی کا ارتکاب کرتا ہے، بلکہ وہ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ کیوں ایک طبقے میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد دوسرے طبقے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ ان کے مطابق نفسیاتی عوامل

توصرف اس بات کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ ایک فرد کیوں خود کشی کرتا ہے، لیکن سماجی حقائق (Social Facts) ہی صرف اس بات کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ ایک گروہ میں خود کشی کرنے والوں کی تعداد دوسرے گروہ سے زیادہ یا کم کیوں ہے۔ درکھائم کے مطابق خود کشی کی چار اقسام ہیں؛خود پسندانہ خود کشی (Egoistic Suicide)، ایثار آمیز خود کشی (Altruistic Suicide)، بے ضابطہ خود کشی (Anomic Suicide)،اور جبریہ خود کشی (Fatalistic Suicide)۔

اس کے اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے درکھائم نے دو طرح کے بندھن (Bonds) کی نشاندہی کی ہے جو انسان کو سماج سے جوڑے ہوئے ہوتا ہے(1) جوڑنے کی قوتیں(Forces of Integration) (2)ضابطے کی قوتیں (Forces of Regulation)

(I) جوڑنے کی قوتیں (Forces of Integration)۔ انضمام اور جوڑنے کی حالت کی بنیاد پر دو طرح کی خود کشی ہوتی ہے۔ اور انضمام (Integration) کی دو حالتیں ہیں؛ ایک زیادہ انضمام (Over-Integration)اور دوسرا کم انضمام (Low-Integration) ۔ اس حالت کی بنیاد پر دو قسم کی خود کشی ہوتی ہے؛ ایثار آمیز خود کشی (Altruistic suicide) اور خود پسندانہ خود کشی (Egoistic Suicide)۔

(a)ایثار آمیز خود کشی (Altruistic Suicide)

خود کشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان اور سماج کے مابین رشتہ بہت مضبوط ہوتا ہے، یعنی فرد کی زندگی میں سماجی روایات اور اقدار بہت اہمیت ہوتی ہے۔ ان اقدار کی پاسداری کے لئے انسان اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ یہ حالات قدیم اور روایتی سماجوں میں دیکھنے کو ملتے تھے، جہاں میکانکی استحکام پایا جاتا تھا۔ اس طرح کے سماج میں افراد اور سماج کے درمیان انضمام زیادہ (Over-Integration) رہتا ہے۔ مثال کے طور پر قدیم ہندو سماج میں ستی (Sati) کی رسم تھی۔ یہ ایک خود کشی تھی جس میں بیوی اپنے شوہر کی چتا کے ساتھ خود کو جلا ڈلتی تھی۔ اسی طرح جنگوں میں لڑنے والے سپاہی ہوتے ہیں جو ملک کی سالمیت کی خاطر اپنی جان قربان کر ڈالتے ہیں۔ سماج کی غیر معمولی توقعات کے نتیجے میں خود کشی کی یہ قسم واقع ہوتی ہے۔ سماج اس قسم کی خود کشی کی خوصلہ افزائی کرتا ہے۔

(b)خود پسندانہ خود کشی (Egoistic Suicide)

خود کشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان اور سماج کے مابین رشتہ کمزور ہو جاتا ہے، یعنی جب انسان اور سماج کے درمیان کم انضمام (Low-Integration)ہوتا ہے، تب اس طرح کی خود کشی واقع ہوتی ہے جسے ہم خود پسندانہ خود کشی(Egoistic Suicide) کے نام سے جانتے ہیں۔ جب سماجی رشتے کمزور ہو جاتے ہیں، فرد سب سے کٹ کر الگ تھلگ رہنے لگتا ہے، اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرنے لگتا ہے اور اسے اس بات کا احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ سماج کا حصہ نہیں ہے، یا سماج ایک علحدہ وجود ہے جس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، تو ایسی حالت میں اس کے اندر مایوسی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور وہ خود کشی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔خود پسندانہ خود کشی (Egoistic Suicide) وہ خود کشی جو ناکامی، ذہنی پریشانی اور مایوسی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ درکھائم کا کہنا ہے کہ پروٹسٹنٹ کے مقابلے میں کیتھولک

فرقے میں خودکشی شرح کم ہے، کیونکہ پروٹسٹنٹ فرقے میں فرد اور سماج کا ربط مضبوط اور گہرا نہیں ہوتا ہے، یعنی ان کے یہاں فرد اور سماج کے درمیان کم انضمام (Low-Integration) پایا جاتا ہے۔

(II) ضابطہ کی قوتیں (Forces of Regulation) ۔ اس سے مراد افراد کے طور طریقوں پر سماج کا کنٹرول ہے۔ افراد پر سماج کا زیادہ کنٹرول (Over-Regulation) اور کم کنٹرول (Under-Regulation) کی بنیاد پر درکھائم نے خودکشی کی دو قسمیں بیان کی ہے: بے ضابطہ خودکشی (Anomic suicide) ، اور جبر پر مبنی خودکشی (Fatalistic Suicide) ۔

(a) بے ضابطہ خودکشی (Anomic Suicide)

جب سماج میں اصول وضوابط کا فقدان ہوتا ہے جو لوگوں کے طرز عمل کی رہنمائی کرے، تو ایسے وقت میں جب انسان خودکشی کرتا ہے تو اسے بے ضابطہ خودکشی یعنی Anomic Suicide کہا جاتا ہے۔ انسان پرسکون زندگی گزارنے کے لئے کچھ قواعد وضوابط کا محتاج ہوتا ہے جو خوشی اور غم کے موقع پر اسکی رہنمائی کرے، لیکن بعض اوقات انسانی زندگی میں اچانک ایسے حالات پیش آجاتے ہیں جو انسان کے لئے ناقابل برداشت ہوتے ہیں اور اسے جھیلنے اور مقابلہ کرنے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہوتا ہے۔ انسان ایسے وقت میں مایوسی اور قنوطیت کا شکار ہوجاتا ہے، اور پھر اس سے دلبرداشتہ ہوکر اپنے آپ کو ہلاک کرلیتا ہے۔ Anomie سے مراد وہ حالت ہے جس میں انسان کے پاس کوئی ضابطہ زندگی اور قانون نہ ہو، انسان اچانک واقع ہونے والے واقعے کی وجہ سے ذہنی الجھن کا شکار ہوجائے۔ مثال کے طور اگر اچانک سے معاشی بحران ہوجائے یا اچانک سے معاشی خوشحالی آجائے، تو ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے سماج انسان کو کوئی قاعدہ اور ضابطہ فراہم نہیں کرتا ہے۔ ایسی کیفیت جب انسان خودکشی کرتا ہے تو اسے بے ضابطہ خودکشی (Anomic Suicide) کہتے ہیں۔ چونکہ اس طرح کی خودکشی ضابطے کے فقدان (Under-Regulation) کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(b) جبر پر مبنی خودکشی (Fatalistic Suicide)

خودکشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب فرد کے اوپر سماج کا غیر معمولی کنٹرول ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی میں حد سے زیادہ کنٹرول اس کے لئے اذیت کا باعث ہوتی ہے، وہ اپنے آپ کو لاچار اور مجبور سمجھنے محسوس کرنے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اس مصیبت سے چھٹکارا خودکشی کرنے میں ہی سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک نوکر ہے جسکی ہر حرکت پر اس کے مالک کی نظر ہوتی ہے، اور وہ اسکی پوری زندگی کو کنٹرول کرتا ہے، اس سے زیادہ کام لیتا ہے، اس پر غیر ضروری پابندیاں نافذ کرتا ہے اور ہر بہانے اسے تکلیف اور اذیت دیتا ہے۔ نتیجتاً وہ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ختم کرلیتا ہے۔ خودکشی کی اس قسم کو جبر پر مبنی خودکشی (Fatalistic Suicide) کہتے ہیں، چونکہ اس میں فرد کے اوپر حد سے زیادہ پابندیاں (Over-Regulation) نافذ کی جاتی ہیں، اور فرد پر جبر کیا جاتا ہے، اسی لئے اسے جبر پر مبنی خودکشی کا نام دیا گیا ہے۔

در کھائم نے سماجیات کا دائرہ کار سماجی حقائق متعین کیا تھا، اور اس کی یہ فکر ہمیں اس کے تمام ہی تصورات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ خود کشی کے حوالے سے اس نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خود کشی (Suicide) کا سبب ذہنی اور نفسیاتی نہیں ہے، بلکہ اس کا سماجی سبب ہے، اور ہمیں سماجی قوتوں میں ہی اس کے اسباب تلاش کرنے ہوں گے۔

مذہب سے متعلق در کھائم کا نظریہ (Durkheim's views on Religion)

مذہب کیا ہے؟ قدیم زمانے میں اس کی کیا شکلیں رہی ہیں؟ اور اس کی سماجی معنویت کیا ہے؟ اس عنوان پر در کھائم نے اپنی کتاب The Elementary forms of Religious Life جسے ہم اردو میں 'مذہبی زندگی کی ابتدائی شکلیں' کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ مشہور مفکر ریمنڈ آیرن اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ در کھائم کی سب سے معیاری، مستند اور مقبول کتاب ہے۔ در کھائم کے مطابق مذہب کی تعریف بیان کرتے ہوئے دو اہم نکات کو پیش نظر رکھنا چاہئے؛ اولاً، تمام ہی مذاہب کو عقائد (Beliefs) اور رسم و رواج (Rites) کے نظام کے تحت دیکھنا چاہئے۔ عقائد سے مراد وہ خیالات اور رویے ہیں جو انسان کسی مقدس چیز کے تعلق سے اپناتا ہے، جبکہ رسم اس عمل کو کہتے ہیں جو انسان کسی مذہبی چیز کے تئیں کرتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہیکہ تمام ہی مذاہب کو ان کے میلانات کے مطابق وضاحت کی جائے جس طرح وہ دنیا کو دو حصوں متبرک (Sacred) اور غیر متبرک (Profane) میں منقسم کرتے ہیں۔ متبرک (Sacred) اور غیر متبرک (Profane) یہ مذہب کی سماجی نظریہ کی بنیاد ہے۔ متبرک سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جس کو انسان محترم اور مقدس سمجھتا ہے بشمول مذہبی عقائد، رسوم، دیوی اور دیوتا یا وہ چیز جو سماجی طور پر مذہبی سلوک کا تقاضا کرتی ہیں۔ غیر متبرک (Profane) کا مطلب روزانہ کی وہ چیزیں ہیں جو انسان کی زندگی میں بہت عام ہیں اور جسے متبرک (Sacred) میں شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

در کھائم کا کہنا ہے کہ مذہب ایک سماجی وجود (Social Entity) ہے، اور اسے سمجھنے کے لئے ہمیں مذہب کی قدیم اور ابتدائی شکلوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اس کے لئے در کھائم نے آسٹریلیا کے ارونتا قبیلہ (Arunta Tribe) کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ پایا کہ وہاں کے لوگ 'ٹوٹم' نامی چیز کی عبادت کیا کرتے تھے، اور قبیلے کے تمام ہی لوگ اپنی نسبت اسی ٹوٹم سے کرتے تھے جس سے ان کے اندر باہمی اتحاد اور محبت پیدا ہوتی تھی۔ در کھائم کے مطابق مذہب عقائد اور اعمال کا ایک مکمل نظام ہے جس کا تعلق مقدس اور متبرک چیزوں سے ہے، یعنی وہ چیزیں جسے انسان لائق تعظیم سمجھتا ہو، اور وہ عقائد او اعمال جو اپنے پیروکاروں کو باہم متحد کرکے ایک بااخلاق گروہ کے روپ دے دیتا ہے۔

سماج میں تقسیم کار (The Division of Labour in Society)

فرانس کے انقلاب کی وجہ سے وہاں کی سماجی تنظیم پر بہت گہرے اثرات پڑے جس کے نتیجے میں تمام ہی اداروں میں بنیادی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ ایسے ماحول میں در کھائم کے لیے یہ بہت بڑا چیلنج تھا کہ سماجی یکجہتی و استحکام کو کیسے برقرار رکھا جائے۔ وہ یہ سوال اٹھاتا ہے کہ جدید

سماج جو کہ بہت زیادہ متنوع اور پیچیدہ ہے، اس میں کون سا عنصر ہے جس کی وجہ سے سماج کے تمام ہی اجزا باہم مربوط اور جڑے ہوئے ہیں؟ اس سوال کی وضاحت اس نے اپنی شاہکار تصنیف سماج میں تقسیم کار جسے انگریزی میں The Division of Labour in Society کہا جاتا ہے، میں کیا۔ 1880 کی دہائی میں درکھائم نے اسے اپنی پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کی حیثیت سے لکھا تھا جو بعد میں 1893 میں ایک مکمل کتاب کی شکل میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کو سماجیات کی سب سے پہلی کلاسیکی کتاب مانا جاتا ہے۔ یہ اس دور میں لکھی گئی جب فرانسیسی سماج کا نظم وضبط بالکل بگڑ چکا تھا۔

درکھائم کی شاہکار تصنیف سماج میں تقسیم کار جسے انگریزی میں The Division of Labour in Society کہا جاتا ہے۔ 1880 کی دہائی میں درکھائم نے اسے اپنی پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کی حیثیت سے لکھا تھا جو بعد میں 1893 میں ایک مکمل کتاب کی شکل میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں مصنف کا بنیادی سوال یہ ہے کہ آخر کیوں ایسا ہے کہ لوگ جہاں ایک طرف لوگ خود مختار ہوتے جا رہے ہیں، وہیں دوسری طرف سماج پر ان کا انحصار بڑھتا جا رہا ہے؟ اس انحصار کو درکھائم سماجی یکجہتی (Social Solidarity) کی اصطلاح کی مدد سے واضح کرتا ہے۔ درکھائم نے یک جہتی کی دو قسمیں بیان کی ہے؛ ایک کو میکانکی یک جہتی (Mechanical Solidarity) اور دوسرے کو نامیاتی یک جہتی (Organic Solidarity) کہا جاتا ہے۔ قدیم سماج چونکہ سادہ اور غیر پیچیدہ سماج (Simple Society) تھا، اس لئے اس میں میکانکی یک جہتی پائی جاتی تھی، اس کے برخلاف آج کا سماج ایک بہت ہی پیچیدہ سماج (Complex Society) ہے، اس لئے اس میں نامیاتی یک جہتی پائی جاتی ہے۔

17.6 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

1۔ اس اکائی کے مطالعے سے آپ کو درکھائم کی زندگی اور سماجیات کے میدان میں ان کی خدمات کے بارے میں معلومات حاصل ہوگی۔

2۔ درکھائم کی بنیادی فکر کیا ہے، اور سماجیات کو علم نفسیات اور فلسفہ سے الگ کرنے کے سلسلہ میں درکھائم نے کیا دلائل دئے ہیں، اس اکائی کو پڑھ کر قاری کو ان تمام چیزوں کے بارے اچھی واقفیت حاصل ہوگی۔

3۔ اس اکائی کے مطالعے سے ہمیں درکھائم کا متعین کردہ سماجیات کا دائرہ کار، اور ان کے اہم نظریات سے بنیادی واقفیت ہو جائے گی۔

4۔ اس کے مطالعے سے درکھائم کی چند اہم تصانیف کے بارے میں معلومات حاصل ہوگی۔

17.7 کلیدی الفاظ (Key Words)

سماجی حقائق: سماجی حقائق سماجی ساخت اور تہذیبی اقدار و روایات کو کہتے ہیں جو فرد کی استطاعت سے باہر ہو، اور جس پر عمل کرنے کے لئے فرد اپنے آپ کو سماجی طور پر مجبور پاتا ہو جسے انگریزی میں External to, and coercive of actors کہا جاتا ہے۔

سماجی یک جہتی: سماجی یک جہتی دراصل اس اجتماعی ضمیر، خیالات اور جذبات کو کہتے ہیں جو سماج میں بالکل رچ بس گیا ہو، یہ یک جہتی انسان کے مشترکہ طور طریقوں اور مشترکہ افکار و خیالات کی وجہ سے عمل میں آتی ہے، جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس سماج کی ایک امتیازی شناخت بن جاتی ہے، اور جس سے سماج مضبوط اور مستحکم بنتا ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ کریں (Check Your Progress)

1. درکھائم کی بنیادی فکر کیا ہے؟
2. مذہب سے متعلق درکھائم کا کیا نظریہ ہے؟
3. سماجی یک جہتی کیا ہے؟

17.8 نمونہ امتحانی سوالات (Sample Questions for Examination)

17.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

(1) درکھائم کی پیدائش کس سن میں ہوئی تھی؟

(a) 1820 (b) 1890

(c) 1830 (d) 1858

(2) درکھائم کا تعلق کس ملک سے تھا؟

(a) جرمنی (b) فرانس

(c) آسٹریلیا (d) انگلستان

(3) خودکشی (Suicide) نامی کتاب کس نے لکھا ہے؟

(a) کارل مارکس (b) امائل درکھائم

(c) میکس ویبر (d) اگست کومٹ

(4) سماجی یک جہتی کا تصور کس نے پیش کیا تھا؟

(a) امائل درکھائم (b) اگست کومٹ

(c)ایم۔این۔سری نواس (d)ان میں سے کوئی نہیں

(5)مذہب کی تعریف کے ضمن میں درکھائم نے کس قبیلے کا مطالعہ کیا تھا؟

(a)ارونتا قبیلہ (b)چینچو قبیلہ

(c)دونوں (d)ان میں سے کوئی نہیں

(6) سماجی حقائق(Social Facts)کا تصور کس نے پیش کیا؟

(a)کارل مارکس (b)میکس ویبر

(c)امائل درکھائم (d)ایم۔این۔سری نواس

(7)ستی(Sati)درج ذیل میں خودکشی کی کون سی قسم میں شمار کی جاتی ہے؟

(a)ایثار آمیز خودکشی(Altruistic Suicide) (b)خودپسندانہ خودکشی (Egoistic Suicide)

(c)بے ضابطہ خودکشی(Anomic Suicide) (d)جبر پر مبنی خودکشی(Fatalistic Suicide)

(8) سادہ سماج (Simple Society)میں کس طرح کی یک جہتی پائی جاتی ہے؟

(a) میکانکی یک جہتی (Mechanical Solidarity) (b)نامیاتی یک جہتی(Organic Solidarity)

(c)دونوں (d)ان میں سے کوئی نہیں

(9) سماج میں تقسیم کار(The Division of Labour in Society)کس کی تصنیف ہے؟

(a)بی۔آر۔امبیڈکر (b)امائل درکھائم

(c)ہربرٹ اسپینسر (d)ان میں سے کوئی نہیں

(10)مذہبی زندگی کی ابتدائی شکلیں(The Elementary Forms of Religious Life)کے مصنف کون ہیں؟

(a)ایس۔سی۔دوبے (b)آر۔کے۔مرٹن

(c)امائل درکھائم (d)میکس ویبر

17.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

(1) سوشل فیکٹس(Social Facts) کی مختصر اُوضاحت کیجیے۔

(2) درکھائم کی بنیادی فکر پر تبصرہ کیجیے۔

(3) متبرک (Sacred) اور غیر متبرک (Profane) کیا ہے؟

(4) سماجی یک جہتی کیا؟اور اس کی کتنی قسمیں ہیں بیان کیجیے۔

(5) درکھائم کی زندگی کو مختصراً بیان کیجیے۔

17.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

(1) درکھائم نے سماجیات کو فلسفہ اور علم نفسیات الگ کرنے کے لئے کون سے دلائل دئے تھے؟واضح کیجیے۔

(2) مذہب کے تعلق سے درکھائم کے نظریہ کی وضاحت کیجیے۔

(3) خودکشی(Suicide)کے تعلق درکھائم کے نظریئے کی وضاحت کیجیے۔

17.9 مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

Sociological Theory — George Ritzer

Masters of Sociological Thought — Lewis A.Coser

Contemporary Sociology: An Introduction to Concepts and Theories
By M.Francis Abraham

Thinkers and Theories in Sociology: From Comte to Giddens

By Surjit Kumar Choudhary

آئیڈیل ٹائپ اور سوشل ایکشن

Ideal Type and Social Action

اکائی کے اجزا

تمہید

مقاصد

آئیڈیل ٹائپ کے معنی

آئیڈیل ٹائپ کی تشکیل

آئیڈیل ٹائپ کی خصوصیات

آئیڈیل ٹائپ کے اقسام

میکس ویبر اور سوشل ایکشن

سوشل ایکشن کی اقسام

اکتسابی نتائج

کلیدی الفاظ

نمونہ امتحانی سوالات

معروضی جوابات کے حامل سوالات

مختصر جوابات کے حامل سوالات

طویل جوابات کے حامل سوالات

مزید مطالعے کے لئے تجویز کردہ کتابیں

تمہید (Introduction)

علم و تحقیق کی دنیا میں جرمنی کا بہت نمایاں کردار رہا ہے۔ فلسفہ، سیاسیات، معاشیات اور سماجیات میں اس نے بہت سے نامور اور جید مفکرین دنیا کو دیئے ہیں۔ ان تمام ہی مفکرین کے نظریات میں اس وقت کی سیاسی اور معاشی حالات کے بہت گہرے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ میکس ویبر (1864-1920) بھی جرمنی کے ان مفکرین میں شمار کئے جاتے ہیں جنھوں نے علمی و تحقیقی میدان میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے، اور سماجیات کو نئے نظریات و تصورات سے بہرہ مند کیا ہے۔ ویبر کے افکار کی معنویت صرف سماجیات میں ہی نہیں ہے، بلکہ سیاسیات، قانون اور نظم و نسق عامہ میں بھی انھیں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

ویبر نے سماجی علوم میں نئے طریقہ تحقیق کو متعارف کرایا جسے اس کا سب سے اہم کارنامہ کہا جاسکتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ایک محقق کو اپنی ریسرچ و تحقیق میں معروضیت (Objectivity) کو ضرور برقرار رکھنا چاہئے۔ اس اکائی میں ہم ویبر کا آئیڈیل ٹائپ (Ideal Type) اور سوشل ایکشنس (Social Actions) یعنی سماجی افعال کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ سب سے پہلے ہم آئیڈیل ٹائپ کے لغوی مفہوم پر گفتگو کریں گے اور یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ عرف عام میں اس لفظ کا کیا مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس بات کی وضاحت کی جائے گی کہ سماجیات میں اس کے کیا معنی سمجھے جاتے ہیں۔ نیز آئیڈیل ٹائپ کی تشکیل کیوں اور کیسے ہوتی ہے، اس کی بھی اس اکائی میں وضاحت کی جائے گی۔ سوشل ایکشنس یعنی سماجی افعال کے ضمن میں ہم اس کے معنی و مفہوم اور اس کے مختلف اقسام کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل معلومات حاصل ہوگی؛

(1) آپ کو آئیڈیل ٹائپ کے معنی اور سماجیات میں اسے کن معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس کا فہم حاصل ہوگا،

(2) آئیڈیل ٹائپ کی تشکیل کیسے ہوتی ہے، یعنی اس کی اجزائے ترکیبی کے بارے میں آپ کو اچھی واقفیت حاصل ہوگی،

(3) اس اکائی کے مطالعے سے طلبہ کو آئیڈیل ٹائپ کی خصوصیات اور اس کے مختلف اقسام کے بارے میں معلومات حاصل ہو گی،

(4) اس اکائی میں سماجی افعال (Social Actions) پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ طلبہ کو اس کے مطالعہ سے سماجی افعال کے معنی اور اقسام کے بارے میں اچھی معلومات حاصل ہو گی۔

آئیڈیل ٹائپ کے معنی (Meaning of Ideal Type)

نیو ویبسٹرس ڈکشنری (1985) کے مطابق لفظ آئیڈیل کسی ایسی چیز کا تصور ہے جو اپنے آپ میں پوری طرح سے مکمل اور معیاری ہو۔ یعنی اس سے کوئی مادی اشیاء مراد نہیں ہے، بلکہ کسی بھی چیز کے تعلق سے انسان کے ذہن میں بننے والی تصوراتی صورت مراد ہے۔ یہ ایک نمونہ (Model) ہوتا ہے۔ دی کولنس کوبلڈ انگلش لنگویج ڈکشنری (The Collins Cobuild English Language Dictionary) کے مطابق کسی چیز کے تعلق سے آپ کا آئیڈیل وہ شخص یا چیز ہے جس کی مثال اس مخصوص معاملے میں آپ کو سب اچھی لگے۔ اسی طرح لفظ ٹائپ (Type) کے معنی قسم، کلاس یا گروہ کے آتے ہیں جو دوسروں سے الگ اور ممتاز سمجھے جاتے ہوں۔ اس طرح آئیڈیل ٹائپ کے معنی ایسی قسم، کلاس، اشیاء یا انسانوں کے گروہ کو کہتے ہیں جو مخصوص خصوصیات کا حامل ہو اور جو اس حوالے سے سب سے بہترین مثال ہو۔

میکس ویبر نے اس کو ایک خاص معنی میں استعمال کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ ایک ذہنی پیداوار (Mental Construct) ہے جس طرح سے کسی چیز یا صورتحال کو جانچنے کے لئے انسان اپنے ذہن میں ایک نمونہ بنالیتا ہے اور اسی کی روشنی میں اسے جانچتا ہے۔ اسی لئے ویبر آئیڈیل ٹائپ کو طریقیاتی آلے (Methodological Tool) کے طور پر استعمال کرتا ہے جس سے سماجی حقیقت کو بہتر طریقے سے سمجھا جاسکے اور اس کا تجزیہ کیا جاسکے۔ جیسا کہ پہلے اس بات کا ذکر کیا جاچکا ہے کہ سماجی علوم میں معروضیت (Objectivity) کی اہمیت ویبر کے یہاں بہت زیادہ ہے۔ اسی لئے اس نے آئیڈیل ٹائپ کے تصور کو طریقیاتی آلے کے طور پر استعمال کیا تاکہ وہ حقیقت کو بغیر کسی تعصب کے معروضی انداز میں سمجھ سکے، کیونکہ آئیڈیل ٹائپ کا اقدار اور نظریے سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ ریسرچ کا ایک آلہ ہے جو مماثلت و

موازنہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ الغرض آئیڈیل ٹائپ کسی چیز یا صورتحال کے تعلق سے ایک محقق کے ذہن میں بننے والے وہ تصورات ہیں جو حقائق کی بنیاد پر بنتے ہیں۔ اس تصور کو مزید سمجھنے لئے ہمیں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کی تشکیل کیسے ہوتی ہے۔

آئیڈیل ٹائپ کی تشکیل (Construction of Ideal Type)

آئیڈیل ٹائپ محقق کے ذہن میں بننے والی ایک تصویر ہے، یعنی یہ ایک ذہنی خاکہ جو کسی چیز یا حالت کے تعلق سے محقق کے ذہن میں پیدا ہوتی ہے، اسی لئے یہ تجریدی عناصر (Abstract Elements) کا مرکب ہوتا ہے۔ ماہرین سماجیات آئیڈیل ٹائپ کی تشکیل کے لئے اس متعلقہ شئی یا حالت کی تمام خصوصیات میں سے چند اہم خصوصیات کو منتخب کرتے ہیں۔ پھر اس کی بنیادی شرائط و خصوصیات کی روشنی میں اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، اگر ہمیں ہندوستان میں جمہوریت کی صورتحال کا مطالعہ کرنا ہے تو سب سے پہلے ہم جمہوریت کی بنیادی شرائط و خصوصیات کی روشنی میں جمہوریت کے تصور کو بیان کریں گے۔ جمہوریت کی لازمی اور بنیادی خصوصیات ہندوستانی جمہوریت کے مطالعے میں معاون ہوگی۔ یہ جمہوریت کے مطالعے میں ایک آلے کے طور پر ہماری رہنمائی کریں گی۔ ان لازمی خصوصیات سے ذرہ برابر بھی انحراف سے حقیقی تصویر سامنے آجائے گی، اور اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ ہندوستان کی جمہوریت میں عملی طور پر کچھ خامیاں ہیں۔

اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

کلیدی الفاظ (Key Words)

اپنی معلومات کی جانچ کریں (Check Your Progress)

نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

مزید مطالعے کے لئے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books For Further Readings)

میکس ویبر: حیات اور تاریخ

Life and History of Max Weber

اکائی کے اجزا

تمہید
مقاصد
میکس ویبر: حیات اور سماجی احوال
ویبر کی سماجیاتی خدمات
مشہور تصنیفات
اہم تصورات کا مختصر تعارف
اکتسابی نتائج
کلیدی الفاظ
اپنی معلومات کی جانچ
نمونہ امتحانی سوالات
معروضی سوالات
مختصر جوابات والے سوالات
طویل جوابات کے حامل سوالات
تجویز کردہ مواد

تمہید (Introduction)

جرمنی کی تاریخ سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ یہاں بڑے نامور اور جید مفکرین اور فلسفی پیدا ہوئے ہیں۔ خاص طور پر سماجیات کی دنیا میں جرمنی کے بہتیرے مفکرین گزرے ہیں۔ مختلف سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل اس میں کبھی حائل نہیں رہیں، بلکہ ان مسائل نے ریسرچ و تحقیق

میں مثبت کردار ادا کیا، اور جرمنی کو بڑے بڑے مفکر ملے جنھوں نے افکار کی دنیا میں اپنی الگ پہچان بنائی ہے۔ انھیں میں سے ایک اہم نام میکس ویبر کا ہے جس نے سماجیات کو نئے نظریات اور تصورات سے دئے ہیں۔

سماجیات کی دنیا میں میکس ویبر (1864-1920) کا ایک نمایاں مقام ہے۔ ویبر کا شمار سماجیات کے ان ابتدائی مفکرین میں ہوتا ہے جس نے اپنے غیر معمولی افکار و نظریات کی وجہ سے سماجیات میں حیرت انگیز اثرات مرتب کئے ہیں۔ ویبر کے افکار نہ صرف سماجیات میں اہمیت رکھتے ہیں، بلکہ سیاسیات، نظم و نسق عامہ (Public Administration)، اور قانون میں بھی ان کی غیر معمولی معنویت ہے۔ ویبر کے افکار کے مطالعے سے ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ وہ زندگی کے معنی اور حقیقت کو لے کر کس قدر پریشان تھا۔ وہ اس بات سے بے چین رہتا تھا کہ لوگ زندگی کے حقیقی مفہوم سے ناواقف ہیں۔ اس کے مطابق عقل اور عقیدے کے مابین بڑا تضاد پایا جاتا ہے۔ سماج کو عقلیت پسند بنانے کی راہ میں عقیدے کو ایک بڑی رکاوٹ کے طور پر وہ دیکھتا تھا۔ علمی دنیا میں ویبر اپنا نظریہ پروٹسٹنٹ ایتھک (Protestant Ethic)، اور افسر شاہی (Bureaucracy) کی وجہ سے کافی مشہور ہے۔ سماجیات میں ویبر نے اس وقت کے مروجہ طریق تحقیق اور نظریے کے برعکس ایک بالکل الگ نظریہ پیش کیا، جس کی وجہ سے بعد کے سماجیاتی نظریات میں اس کے بہت گہرے اثرات پڑے ہیں۔ ویبر کی سماجیاتی فکر تحقیق و مطالعہ میں معروضیت (Objectivity) کو قائم رکھنے اور سماجی افعال (Social Actions) کی تعبیر و تشریح پر مبنی ہے۔ سماجیات اور سماجی افکار کے ارتقا میں ویبر کی بڑی خدمات ہیں جنھیں ہم آئندہ صفحات میں تفصیل سے جاننے کی کوشش کریں گے؛

مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل معلومات حاصل ہو گی؛

(1) آپ کو میکس ویبر کی زندگی کے بارے میں بنیادی واقفیت ہو جائے گی،

(2) ویبر کی سماجیاتی خدمات کے بارے میں آپ کو جانکاری ملے گی،

(3) ویبر کی مشہور تصنیفات کے بارے میں آپ جانیں گے، اور

(4) اس کے اہم نظریات سے بھی آپ کو واقفیت حاصل ہو جائے گی۔

میکس ویبر: حیات اور سماجی احوال (Max Weber: Life and Social Conditions)

میکس ویبر کی پیدائش 21 اپریل 1864 میں جرمنی کے ایک مقام ارفرٹ (Erfurt) میں ہوئی۔ ویبر کا خاندان مالی اعتبار سے کافی خوشحال اور مذہبی اعتبار سے پروٹسٹنٹ کا پیروکار تھا۔ ویبر نے اپنی زندگی کے ابتدائی ایام جرمنی کی راجدھانی برلن میں گزاری۔ اس کے والد ایک بڑے نوکر شاہ (Bureaucrat) تھے اور سیاسی اعتبار سے بھی بڑے اثر ورسوخ رکھتے تھے۔ روایتی لحاظ سے تو یہ خاندان پروٹسٹنٹ کو ماننے والوں میں سے تھا، لیکن ویبر کے والد کی عملی زندگی میں اس کا ذرا بھی عکس نہیں تھا۔ ان کا فلسفہ حیات لذت پسندی تھا۔ لیکن ویبر کے والد کے برعکس اس کی والدہ ایک پرہیز گار خاتون تھی۔ ایک ایسی خاتون جس نے اپنی پوری زندگی دنیا ومافیہا سے کٹ کر عبادت و ریاضت میں

گزار دی۔ ویبر کی ماں اور باپ کی نہ صرف طرز زندگی ایک دوسرے سے مختلف تھی، بلکہ فلسفہ حیات کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں بہت بڑا تضاد تھا جس کی وجہ سے گھر میں اکثر جھگڑے اور تصادم کی کیفیت رہا کرتی تھی۔ ویبر کے احساس و جذبات پر گھر کے لڑائی جھگڑے کا بہت گہرا اثر پڑا۔

اپنی عمر کے اکیسویں برس میں ویبر نے ہیڈل برگ (Heidelberg) یونیورسٹی میں داخلہ لیا جہاں سے اس نے قانون کی پڑھائی کی۔ اس کے بعد اس نے مختلف میدان جیسے کہ سیاست، قانون اور فوج کے بہتیرے تجربات حاصل کئے۔ اس دوران سماجیات اس کی دلچسپی کا اہم مرکز رہا ہے۔ 1889 میں ویبر نے میڈیول کمرشیل لا (Medieval Commercial Law) میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی، اس کے بعد کچھ دنوں تک ویبر نے بیرسٹر کی حیثیت سے برلن کورٹ میں اپنی خدمات دی، پھر برلن یونیورسٹی میں قانون کے لکچرر کی حیثیت سے اس کا تقرر ہو گیا۔ ہیڈل برگ سے واپسی کے بعد وہ برلن روانہ ہوا جہاں اس نے سماجیات، معاشیات اور تاریخ کا بہت گہرائی سے مطالعہ کیا۔ اس دوران ویبر اور اس کے والد کے آپسی رشتے خراب ہوتے گئے اور وہ اپنے والد سے نفرت کرنے لگا، اور اپنی ماں کے طریقہ زندگی اور اخلاقی اقدار سے متاثر ہو کر اپنی زندگی انھیں اقدار کے مطابق گزارنا شروع کر دیا۔

اس طرح ویبر نے اپنی ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دنیا کی لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کیا اور محنت کش زندگی کو اپنایا اور اپنی محنت اور لگن کی وجہ سے اسے 1896 میں ہیڈل برگ یونیورسٹی میں معاشیات کے پروفیسر کے طور پر تقرر کیا گیا۔ اسی دوران جب وہ اپنے کیریئر کے عروج کی طرف بڑھ رہا تھا، اس کے والد کا انتقال ہو گیا اور وہ خود کچھ دنوں بعد شدید ذہنی عارضہ میں مبتلا ہو گیا ہے۔ تقریباً سات یا آٹھ سال وہ ذہنی و جسمانی طور پر بالکل مفلوج تھا۔ 1903 میں اس کی طبیعت میں سدھار ہوا اور دھیرے دھیرے وہ نارمل زندگی کی طرف بڑھنے لگا۔ 1905 تک وہ پوری طرح سے صحتیاب ہو کر پھر سے علمی و تعلیم کی طرف مشغول ہو گیا۔ اسی سال اس نے اپنی مشہور کتاب دی پروٹسٹنٹ ایتھک اینڈ دی اسپرٹ آف کیپٹلزم (The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism) شائع کی۔ اس کتاب میں ویبر نے کالونیت (Calvinism) کو علمی برتری اور فوقیت دینے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ عملی طور پر ویبر بہت زیادہ مذہبی نہیں تھا لیکن اپنی عمر کا اچھا خاصہ وقت اس نے دنیا کے مختلف مذہب کو پڑھنے اور سمجھنے میں لگایا۔ اپنی عمر کے آخری وقت تک وہ علم و تحقیق کے کام میں مصروف رہا اور اپنے پیچھے بہت ہی نایاب علمی سرمایہ چھوڑ گیا۔ 14 جون 1920 کو وہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ عمر کے آخری دنوں میں وہ اپنی مشہور تصنیف اکانمی اینڈ سوسائٹی (Economy and Society) پر کام کر رہا تھا۔ اس کتاب کے پایہ تکمیل کو پہنچنے سے پہلے ہی ویبر کی وفات ہو گئی تھی۔

ویبر نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھنے کے علاوہ بہت سی عملی سرگرمیوں میں بھی مصروف رہا۔ 1910 میں جرمن سوسولوجکل سوسائٹی (German Sociological Society) کے قیام میں اس نے کلیدی رول ادا کیا۔ سیاست میں بھی ویبر کافی متحرک رہا ہے اور اس وقت کی سیاسی امور پر وہ مختلف جرائد میں مضامین لکھا کرتا تھا۔ مختصر یہ کہ ویبر کی زندگی میں بہت قسم کے نشیب و فراز گزرے ہیں، اور وہ ان تمام کو عبور کرتے ہوئے علم کی دنیا میں اپنا ایک اہم مقام بنانے میں کامیاب رہا ہے۔

ویبر کی سماجیاتی خدمات (Sociological Contributions of Weber)

سماجیات اور سماجی فکر کی ارتقا میں میکس ویبر کا غیر معمولی کردار رہا ہے۔ اس کی تحریروں کے مطالعے سے اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ اس نے ان تمام میں معروضیت، غیر متعصبانہ رویہ اورانسانی برتاؤ کو سمجھنے کے سلسلے میں تجزیاتی طریقے کا زبردست حامی رہا ہے۔ ویبر نے مختلف سماجیاتی مسائل پر قلم اٹھایا، اور سماجیات کو بہت قیمتی نظریات و تصورات سے بہرہ مند کر گیا۔ ویبر کی علمی لیاقت اور سماجیات میں اس کی خدمات کا دنیا اعتراف کرتی ہے۔ غالباً ویبر ہی ایک ایسا ماہر سماجیات ہے جس نے سماجیاتی نظریات اتنے ہمہ گیر اثرات ڈالا ہے۔ اس کی تحریریں اتنی پھیلی ہوئی ہیں اور اس کے موضوعات میں اتنا تنوع پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے مختلف سماجیاتی نظریات پر اس کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ جہاں ایک طرف ساختیاتی فنکشنل نظریات میں اس کے فکری اثرات ہیں جو ٹالکٹ پارسنس کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے، وہیں دوسری طرف تصادمی نظریات (Conflict Theories) بھی اس کے نظریاتی اثرات سے بچ نہیں پائے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم سِمبولِک انٹریکشن (Symbolic Interactionism) کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس بات کا علم ہوگا کہ اس پر ویبر کے نظریہ ورسٹیہن (Verstehen) کا گہرا عکس پایا جاتا ہے۔ اسی طرح الفرڈ شوز (Alfred Schutz) بھی ویبر کے افکار سے بہت متاثر تھا اور اس کی تحریروں میں ویبر کے فکری اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ الغرض ویبر ایک ایسا ماہر سماجیات تھا جس کے افکار و نظریات نے بہت وسیع پیمانے پر لوگوں کو متاثر کیا ہے۔

سوشل سائنسیز میں طریقہ تحقیق (Methodology) کے تعلق سے ویبر کا سب سے نمایاں کارنامہ ہے۔ اس ضمن میں اس کے خیالات غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں اور اس کی معنویت آج بھی برقرار ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس کا نظریہ سماجی عمل (Social Action)، آئیڈیل ٹائپ، اس کا تصور مذہب، کلاس اسٹیٹس اور پارٹی کا تصور، نظریہ نوکر شاہی (Bureaucracy) کا تصور اور اتھرٹی (Authority) وغیرہ کے تعلق سے اس کے نظریات سماجیات میں بہت اہم مقام رکھتے ہیں۔ ان تمام کو ہم آئندہ صفحات میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ان تصورات و نظریات کے علاوہ ویبر کی تین اہم سماجیاتی خدمات ہیں جو قابل قدر ہیں۔ پہلا، کلچر اور اکانمی کے مابین رشتوں کی ویبر نے جس طرح تشریح کی ہے وہ بہت دلچسپ ہے۔ دوسرا، اتھرٹی اور اس کی مختلف اقسام اور تیسرا عقلیت کے تناظر میں اس کا تصور آئرن کیج (Iron Cage)۔

اہم تصنیفات (Major Works)

جنرل اکنامک تھیوری (General Economic Theory- 1927)

دی پروٹسٹنٹ ایتھک اینڈ دی اسپرٹ آف کیپٹلزم (The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism- 1930)

میکس ویبر آن لا اِن اِکانمی اینڈ سوسائٹی (Max Weber on Law in Economy and Society- 1945)

فرام میکس ویبر: اِسیس اِن سوسیولوجی (From Max Weber: Essays in Sociology-1946)

دی تھیوری آف سوشل اینڈ اکنامک آرگنائزیشنس (The Theory of Social & Economic Organisations-1947)

دی میتھڈلوجی آف سوشل سائنسز (The Methodology of Social Sciences-1949)

دی سٹی (The City-1958)

دی سوسیولوجی آف ریلیجن (The Sociology of Religion-1963)

آن کرِسما اینڈ انسٹی ٹیوشن بلڈنگ (On Charisma and Institution Building-1968)

اِکانمی اینڈ سوسائٹی (Economy and Society)

اہم تصورات کا مختصر تعارف (Introduction to Major Concepts)

سوشل ایکشن (Social Action)

ویبر کے مطابق سماجیات کا دائرہ کار سماجی عمل ہے۔ اسی لیے ویبر نے اس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ سماجیات سماجی عمل (Social Action) کی ایک وسیع وہمہ گیر سائنس ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ہر محقق کو اس بات پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے کہ وہ لوگ جن کے اعمال و افعال پر تحقیق کی جارہی ہے وہ اپنے ان اعمال کا کیا مفہوم مراد لیتے ہیں۔یعنی لوگوں کے اعمال اور جن مخصوص پس منظر میں بین عمل(Interaction) جاری رہتا ہے اس کے داخلی (Subjective) مفہوم کو سمجھنا ہے۔ اس کے مطابق ہر عمل سماجی عمل نہیں ہوتا، سماجی عمل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ فرد کے عمل کا اثر دوسرے کے عمل پر پڑتا ہو، اور دوسروں کے اعمال کا اثر اس پر بھی پڑتا ہو۔

ویبر نے سماجی عمل کی چار قسمیں بیان کی ہے اور یہ چاروں اقسام انسانی برتاؤ کے تنوعات کو ظاہر کرتے ہیں۔

(1) روایتی سماجی عمل (Traditional Social Action) ۔ یہ وہ سماجی اعمال ہیں جن کا ماخذ سماج کے رسوم ورواج ہوتے ہیں۔ ہر سماج میں کام کرنے، ملنے جلنے اور بین عمل کے کچھ ایسے طریقے ہوتے ہیں جو روایتی طور پر مانے جاتے ہیں۔یعنی وہ سماجی عمل جو مخصوص صورتحال میں لاشعوری طور پر ایک مخصوص طریقے سے انجام دیے جاتے ہیں۔

(2) جذبات پر مبنی سماجی عمل (Affective or Emotional Type Social Action)۔ انسان ہمیشہ علم وعقل اور سماجی و مذہبی اقدار سے متاثر ہو کر ہی کوئی کام نہیں کرتا، بلکہ اس کے اندر مختلف قسم کے جذبات بھی ہوتے ہیں۔ اسے غصہ آتا ہے، خوش بھی ہوتا ہے، حسد وجلن کی کیفیت سے بھی گزرتا ہے، مختلف ذہنی ونفسیاتی پریشانی میں بھی مبتلا ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اس طرح کی کیفیت سے متاثر ہو کے کوئی کام کرتا ہے تو ایسے عمل کو جذبات پر مبنی سماجی عمل کہتے ہیں۔

(3) اقدار پر مبنی سماجی عمل(Evaluation Type Social Action) ۔ یہ سماجی عمل اقدار سے متاثر ہو کر ظہور پذیر ہوتا ہے۔ ہر سماج کے اندر کچھ مخصوص اقدار ہوتے ہیں۔ ان اقدار کو برقرار رکھنا سماج کی بقا کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح کے اعمال عقل ومنطق کی روشنی میں نہیں سمجھے جاسکتے، بلکہ سماج کے مخصوص اقدار کی روشنی میں انھیں سمجھا جاسکتا ہے۔

(4) عقلیت پر مبنی سماجی عمل (Rationalistic Type of Social Action) ۔ سماجی عمل کی چوتھی اور آخری قسم عقلیت (Rationality) پر مبنی سماجی عمل ہے۔ اس میں لوگوں کے عمل کا ماخذ عقل اور منطق ہوتی ہے۔ جدید سماج چونکہ عقلیت پر مبنی سماج ہے، اس لئے اس میں اس طرح کے اعمال کو ترجیح دی جاتی ہے جن کے پیچھے عقلی جواز ہو ہے، نہ جذبات اور روایات پر مبنی ہو۔

ورسٹیہن (Verstehen)

سماجی علوم میں یہ لفظ کافی مشہور ہے، بالخصوص طریقہ تحقیق کے ضمن میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ میکس ویبر کے تمام ہی سماجیاتی نظریات ہم اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب ہم اس لفظ کے حقیقی معنی سے واقف ہوں۔ کیونکہ ویبر کے یہاں اس لفظ کی بہت اہمیت ہے جسے سمجھنا بہت ضروری ہے۔ ورسٹیہن ایک جرمن اصطلاح ہے جس کے معنی کسی مظہر (Phenomenon) کی اصلیت و اہمیت کو سمجھنا، جاننا، اس پر غور کرنا اور اس کی گہرائی تک جانا ہے۔ کوئی شخص اپنے کسی فعل کا جو مفہوم مراد لیتا ہے اسی مطلوبہ مفہوم و معنی کو سمجھنے کو ورسٹیہن کہتے ہیں۔ ویبر کے مطابق اس اصطلاح سے مراد سماجی علوم کے ماہرین کی وہ کوششیں ہیں جو وہ لوگوں کے فعل (Action) کے پس منظر اور فعل کے پیچھے ان کے مطلوبہ ارادوں کو سمجھنے کی کرتا ہے۔

آئیڈیل ٹائپ (Ideal Type)

آئیڈیل ٹئپ ویبر کی ایک بہت اہم اور نمایاں سماجیاتی خدمت ہے۔ ویبر کی طریقہ تحقیق (Methodology) اس کا اہم مقام ہے۔ ویبر کے نزدیک ماہرین سماجیات کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کسی مظہر (Phenomenon) کے تعلق سے ذہن میں مثالی آلہ بنائیں جس کی روشنی میں وہ حقیقت کا جائزہ لے سکیں۔ آئیڈیل ٹائپ کسی بھی چیز کی اعلیٰ سے اعلیٰ صورت ہے۔ یہ ایک تصوراتی خاکہ ہے جسے ماہرین سماجیات کو ایک معیار اور مثال کے طور پر استعمال کرنا چاہئے۔

ویبر کے مطابق آئیڈیل ٹائپ ایک ذہنی پیداوار (Mental Construct) ہے۔ یہ ایک نمونہ اور مثال ہے جس کی روشنی میں ماہر سماجیات صورتحال کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور حقیقت تک رسائی کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک تحقیقی آلہ (Tool) جس کے ذریعے سماجی حقیقت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اتھرٹی (Authority)

سماجیات میں اتھرٹی کا مطلب ایسی طاقت و قوت کے ہوتے ہیں جس کو جائز اور صحیح سمجھا جاتا ہو، انگریزی میں ہم اسے legitimate Power سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی ایسی جائز سمجھی جانی والی قوت جو ایک فرد یا گروہ کسی دوسرے فرد یا گروہ پر نافذ کرتا ہے۔ اتھرٹی کے تصور میں جواز (Legitimacy) کا عنصر بہت اہم ہے۔ یہی وہ عنصر ہے جو پاور سے اتھرٹی کو الگ کرتا ہے۔ پاور کا عمل جبر اور تشدد کی بناپر بھی ہو سکتا ہے، لیکن اس کے برعکس اتھرٹی کا نفاذ کلیہ طور پر اس فرد یا گروہ کی رضامندی پر منحصر ہوتا ہے جس پر اس کا نفاذ ہوتا ہے۔ ویبر کے مطابق تین طرح کی اتھرٹی ہوتی ہے: کرسمیٹک اتھرٹی (Charismatic Authority)، ٹریڈیشنل اتھرٹی (Traditional Authority) اور ریشنل لیگل اتھرٹی (Rational Legal Authority)۔

(1) **کرسمیٹک اتھرٹی** (Charismatic Authority): اس قسم کی اتھرٹی میں فرد کی ذاتی کشش اور جاذبیت اہم ہوتی ہے۔ وہ شخص ہے جو غیر معمولی خصوصیات رکھتا ہے۔ ان خصوصیات کی بنا پر لوگ اس کی شخصیت میں کشش اور جذباتی لگاؤ محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح کی جاذبیت کسی سیاسی اور مذہبی رہنما کے اندر دیکھنے کو ملتی ہے۔ لوگ ان کرسمیٹک رہنماؤں کی اندھی پیروی کرتے ہیں۔ لوگوں کا ان پر لامحدود بھروسہ اور یقین ان رہنماؤں کو قوت دیتا ہے۔ مثال کے طور پر گاندھی جی کی شخصیت ایک کرسمیٹک شخصیت رہی ہے۔

(2) **ٹریڈیشنل اتھرٹی**(Traditional Authority): اس سے مراد وہ اتھرٹی ہے جسے لوگ روایتی طور پر بااثر اور قوت کا مالک سمجھتے ہیں۔ اس طرح کی اتھرٹی روایتی سماج میں ہی دیکھنے کو ملتی ہے، جیسے راجہ اور بادشاہ کی شخصیت وغیرہ۔ یہ لوگ روایتی طور پر حکومت واقتدار کے مالک بنتے تھے، نہ کہ اپنی کسی مخصوص صلاحیت و قابلیت کی بنا پر۔

(3) **ریشنل لیگل اتھرٹی**(Rational Legal Authority) ۔ اتھرٹی کی یہ قسم مدون قانون کے اتباع کے نتیجے میں عمل میں آتی ہے۔ اس میں لوگ کسی کو اپنا قائد اور رہنما اس لئے نہیں مانتے ہیں کہ اس کے اندر کوئی خاص ذاتی صلاحیت ہے، بلکہ اس کی پیروی اس لئے کی جاتی ہے کہ ملک کے قانون نے اسے اتھرٹی دی ہے، اور اسے استعمال کرنے کا حق بھی قانون نے ہی فراہم کیا ہے۔ آج کے جدید سماج کی بنیاد عقلیت پر ہے، اسی لئے اس سماج میں اتھرٹی کی یہ قسم پائی جاتی ہے۔

افسر شاہی (Bureaucracy)

بیوروکریسی ایک مضبوط ساختیاتی اور غیر شخصی تنظیم کا نام ہے۔ اس میں ذمہ داریوں اور فرائض کے مطابق لوگوں کو مختلف درجات میں رکھے جاتے ہیں۔ کام کو بحسن خوبی انجام دینے کا یہ ایک اہم ذریعہ ہے جو عقلیت (Rationality) پر مبنی ہے اور جدید سماج کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ بیوروکریسی کی چند درج ذیل خصوصیات ہیں؛

(1) کام کا اختصاص اس کا اہم عنصر ہے

(2) یہ رسمی (Formal) اصول و قوانین پر مشتمل ہوتا ہے

(3) اس کے اندر ایک معین درجہ بندی کا طریقہ پایا جاتا ہے

(4) اصول وضوابط کا اطلاق تمام ممبران پر یکساں طور پر ہوتا ہے،

سماجی درجہ بندی کے متعلق میکس ویبر (Max Weber's Views on Social Stratification)

میکس ویبر نے سماجی درجہ بندی کو تین عناصر طبقہ، حیثیت اور کے حوالے سے بیان کیا ہے

پروٹسٹنٹ کے مذہبی اقدار اور سرمایہ داری کا ظہور(Protestant Ethics and Emergence of Capitalism)

ویبر نے اپنی تصنیف 'The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism' میں یوروپ میں سرمایہ داری کے ظہور کی وجہ بیان کرتا ہے۔ اس میں کتاب میں عیسائی پروٹسٹنٹ کے کالونیت (Calvinism) گروہ کے اندر کچھ ایسی مذہبی اقدار ہیں جس کی اتباع کرنے کے نتیجے میں سرمایہ داری کا فروغ بہت تیزی سے ہوا۔ ویبر کا کہنا ہے کہ کالونیت جن اقدار کی ترغیب دیتا ہے اس کے پیروکاروں نے اس کی من وعن اتباع جس کے نتیجے میں سرمایہ داری بڑھی۔ کالونیت کے مذہبی اقدار درج ذیل ہیں؛

تقدیر الٰہی پر ایمان لانا، عقلیت پسند ہونا، کام کو نیکی تصور کرنا، پیشہ کا تصور، دولت کو جمع کرنے کا مزاج رکھنا، شراب اور عشرت پسندی پر مکمل پابندی، علم حاصل کرنے کی ترغیب دینا، ہر دن کام کو کام کا دن سمجھنا وغیرہ۔ ویبر کا کہنا ہے کہ ان مذہبی اقدار کو اپنانے کے بعد ہی یوروپ میں سرمایہ داری کا فروغ بہت تیزی سے ہوا۔

آئرن کیج (Iron Cage): ویبر نے اپنی کتاب 'The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism' میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن سماجیات میں اس اصطلاح کو فروغ ٹالکٹ پارسنس نے کیا۔ پارسنس نے جب ویبر کی تحریروں کا انگریزی میں ترجمہ کیا تو اس اصطلاح کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس سے مراد وہ کیفیت ہے جس کا تجربہ انسان کو سماجی زندگی میں حد سے زیادہ عقلیت پسند ہونے کے نتیجے میں ہوتا ہے۔ ویبر کا کہنا ہے کہ انسان اپنی گروہی اور تنظیمی زندگی میں عقلیت پرست ہونے کی کوشش میں کس طرح اس کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ تنظیم اور گروہ کا حقیقی مقصد بھول جاتا ہے۔

اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے سے ہم نے جانا کہ ویبر کی ذاتی زندگی میں کتنے اتار چڑھاؤ آئے ہیں۔ اپنی عمر کے ابتدائی زمانوں میں وہ اپنے والد کے نقش قدم پر چلتا رہا، لیکن کچھ وقت بعد وہ اپنی والدہ کے طریقہ حیات سے متاثر ہوا۔ جیسا کہ ہم نے جانا کہ ویبر کے والدین نہ صرف طرز زندگی میں ایک دوسرے سے مختلف تھے، بلکہ فلسفہ حیات کے لحاظ سے بھی ان دونوں میں بہت بڑا تضاد تھا جس کی وجہ سے گھر میں اکثر جھگڑے اور تصادم کی کیفیت رہا کرتی تھی۔ ویبر کے احساس وجذبات پر گھر کے لڑائی جھگڑے کا بہت گہرا اثر پڑا۔ اس اکائی کے مطالعے سے ہم نے یہ بھی جانا کہ سماجیات میں ویبر کی کیا خدمات ہیں۔ جہاں ایک طرف ساختیاتی فنکشنل نظریات میں اس کے فکری اثرات ہیں جو ٹالکٹ پارسنس کو پڑھ کر پتہ چلتا ہے، وہیں دوسری طرف تصادمی نظریات (Conflict Theories) بھی اس کے نظریاتی اثرات سے بچ نہیں پائے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم سمبولِک انٹریکشن (Symbolic Interactionism) کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس بات کا علم ہوگا کہ اس پر ویبر کے نظریہ ورسٹیہن (Verstehen) کا گہرا عکس پایا جاتا ہے۔ اسی طرح الفرڈ شوز (Alfred Schutz) بھی ویبر کے افکار سے بہت متاثر تھا اور اس کی تحریروں میں ویبر کے فکری اثرات صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ الغرض ویبر ایک ایسا ماہر سماجیات تھا جس کے افکار

و نظریات نے بہت وسیع پیمانے پر لوگوں کو متاثر کیا ہے۔ اس اکائی کو پڑھنے کے بعد ہمیں ویبر کے مختلف سماجیاتی تصورات اور اس کی تصانیف کے بارے میں واقفیت حاصل ہوئی۔

کلیدی الفاظ (Key Words)

سوشل ایکشن (Social Action): میکس ویبر کے سماجیاتی نظریات میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس کے مطابق ہر وہ عمل سماجی عمل کہلاتا ہے جس میں کسی فرد کے عمل کا اثر دوسرے کے عمل پر پڑتا ہو، اور دوسروں کے اعمال کا اثر اس پر بھی پڑتا ہو۔

آئیڈیل ٹائپ (Ideal Type): کسی مظہر (Phenomenon) کے تعلق سے ذہن میں بنایا جانے والا ایک مثالی آلہ جسے ماہرین سماجیات ایک نمونے کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اور جس کی روشنی میں وہ سماجی حقیقت کا تجزیہ کرتا ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ (Test Your Knowledge)

سوشل ایکشن سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

____

____

____

ورسٹیہن کے کیا معنی ہے؟ اور ویبر اس سے کیا مراد لیتا ہے؟

____

____

____

آئیڈیل ٹائپ کیا ہے؟

____

____

____

نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Type Questions)

(1) ویبر کا تعلق کس ملک سے تھا؟

امریکہ جاپان

جرمنی روس

(2) ویبر کی پیدائش کس سن میں ہوئی تھی؟

1864 1850

1890 1820

(3) دی پروٹسٹنٹ ایتھک اینڈ دی اسپرٹ آف کیپٹلزم (The Protestant Ethic and the Spirit of Capitalism) کس کی تصنیف ہے؟

امائل درکھائم میکس ویبر

کارل مارکس اگست کومٹ

(4) آئیڈیل ٹائپ (Ideal Type) کا تصور کس نے پیش کیا؟

آگبرن ٹالکٹ پارسنس

اسپینسر ویبر

(5) ویبر کے مطابق کتنے طرح کے سماجی عمل (Social Action) ہیں؟

تین دو

چار چھ

(6) ویبر نے اتھرٹی کی کتنی قسمیں بیان کی ہے؟

چار تین

دو سات

(7) دی سٹی (The City, 1958) کے مصنف کا کیا نام ہے؟

چارلس ڈارون ہربرٹ اسپینسر

بی۔ آر۔ امبیڈکر میکس ویبر

(8) اِکانمی اینڈ سوسائٹی (Economy and Society) کے مصنف کا کیا نام ہے؟

میکس ویبر سی۔ اچ۔ کولے

ایم۔ این۔ سری نواس ان میں سے کوئی نہیں

(9) آئرن کیج (Iron Cage) کا تصور کس نے پیش کیا؟

میکس ویبر　　ٹالکٹ پارسنس

امائل درکھائم　　ان میں سے کوئی نہیں

(10) سماجی علوم میں ورسٹیہن (Verstehen) کے تصور کو کس نے فروغ دیا؟

مہاتما گاندھی　　بی۔ آر۔ امبیڈکر

میکس ویبر　　اگست کومٹ

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

(1) میکس ویبر کی زندگی پر ایک مختصر نوٹ لکھو۔

(2) ویبر کی سماجیاتی خدمات کو بیان کرو۔

(3) ویبر کا تصور کلاس، اسٹیٹس اور پارٹی کو واضح کرو۔

(4) آئیڈیل ٹائپ کی تعریف اور اس کی اقسام کی وضاحت کرو۔

(5) ویبر کا تصور اتھرٹی پر ایک مختصر نوٹ لکھو۔

طویل جوابات کے حامل سولات (Long Answer Type Questions)

(1) سرمایہ داری کے ظہور کے تعلق سے ویبر کا کیا نظریہ ہے؟ تفصیل سے بیان کیجئے۔

(2) سوشل ایکشن کی اقسام کو واضح کیجئے۔

(3) افسر شاہیکے بارے میں ویبر کے نظریے کی وضاحت کیجئے۔

تجویز کردہ مواد (Suggested Readings)

Author	**Book**
Anthony Giddens:	Sociology
Haralambos:	Sociology: Themes and Perspective
N. Aadinaryanappa:	Basic Concepts of Sociology
P Chand Basa:	Sociology Basic Concepts

خود کشی

Suicide

اکائی کے اجزا

تمہید

مقاصد

درکھائم کی بنیادی فکر

درکھائم کا نظریہ خود کشی

خود کشی کی اقسام

بے ضابطہ خود کشی

خود پسندانہ خود کشی

ایثار آمیز خود کشی

جبر پر مبنی خود کشی

اکتسابی نتائج

کلیدی الفاظ

اپنی معلومات کی جانچ کریں

نمونہ امتحانی سوالات

تجویز کردہ مواد

تمہید (Introduction)

پچھلی دو اکائیوں میں ہم نے اس بات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ امائل درکھائم نے سماجیات کو ایک مستقل اور منظم شعبہ (Independent Discipline) کی حیثیت سے متعارف کرانے میں درکھائم کی غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ درکھائم نے سماجیات کو نہ صرف نئے تصورات (Concepts) سے بہرہ مند کیا، بلکہ نئے سماجیاتی نظریات اور ریسرچ و تحقیق کے نئے اصول بھی دیئے۔ اگست کومٹ اور ہربرٹ اسپینسر کے ساتھ ساتھ درکھائم کو بھی سماجیات کے بانیوں (Founding fathers) میں شمار کیا جاتا ہے۔

پچھلی اکائی میں ہم نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اپنے دوسرے معاصرین کے برعکس درکھائم نے سماجیات کو بالکل ہی الگ اور نئے طریقے سے سمجھا ہے۔ اس نے سب سے پہلے سماجیات کو دوسرے مضامین جیسے کہ فلسفہ اور نفسیات سے الگ کیا، اور سماجیات کا دائرہ کار متعین کیا۔ اس کے مطابق سماجیات کا دائرہ کار (Subject Matter) سماجی حقائق ہیں جسے اس نے سوشل فیکٹس (Social Facts) کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ سماجی حقائق کیا ہیں؟ اس کی خصوصیات کیا ہیں؟ اور سماجی حقائق کی پہچان اور اس کی نشاندہی کیسے کی جائے گی؟ اس حوالے سے درکھائم کا کہنا ہے کہ سماجی حقائق انسانی برتاؤ، سوچ اور احساس کے عمومی طریقے کو کہتے ہیں، یہ انسان کے حد استطاعت سے باہر ہیں، یہ وہ بیرونی قوتیں ہیں جو انسان کے عام رویوں کو منضبط کرتی ہیں۔

درکھائم نے سماجی حقائق یعنی سوشل فیکٹس کی تین اہم خصوصیات بیان کی ہے؛ بیرونی (Exteriority)، عمومیت (Generality) اور رکاوٹ (Constrain)۔ سماج میں پائی جانے والی وہ تمام چیزیں جن میں یہ خصوصیات پائی جائیں اسے سماجی حقائق (Social Facts) کہا جائے گا اور یہی درکھائم کے مطابق سماجیات کا دائرہ کار (Subject Matter) ہے۔ اس اکائی میں ہم درکھائم کا نظریہ خودکشی (Theory of Suicide) کو جاننے کی کوشش کریں گے۔

مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے سے آپ کو درج ذیل چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل ہوں گی؛

(1) درکھائم کے مطابق خودکشی ایک سماجی حقیقت (Social Fact) ہے۔

(2) درکھائم کا نظریہ خودکشی۔

(3) خودکشی کے اقسام۔

درکھائم کی بنیادی فکر (Basic Thought of Durkheim)

قبل اس کے کہ ہم درکھائم کے نظریہ خودکشی پر بحث کا آغاز کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فکر کے بارے میں چند بنیادی معلومات ہو جائے تاکہ نظریہ خودکشی کو ہم آسانی سے سمجھ سکیں۔

درکھائم کی فکر حوالے سے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی بنیاد اس نقطہ پر ہے کہ 'فرد کے اختیارات اجتماعی قوتوں (Collective Forces) کے تابع ہوتی ہیں' یعنی یہ سماجی قوتیں ہیں جو فرد کے اخلاق و اطوار اور سوچ و فکر کو تشکیل دیتی ہیں، اور فرد نادانستہ طور پر (Unconsciously) سماجی قوتوں کا اتباع کرتا رہتا ہے۔ درکھائم کی یہ فکر اس کے جملہ نظریات اور تحقیقات میں دیکھنے کو ملتی ہے خواہ مذہب کے تعلق سے اس کے نظریات ہوں یا خودکشی کے تعلق سے اس کے افکار ہوں۔ ان تمام میں ہمیں یہ بات دیکھنے کو ملتی ہے درکھائم نے اجتماعیت اور اجتماعی قوتوں کو انفرادیت اور انفرادی قوتوں پر ترجیح دی ہے۔ سماجیات کی دنیا میں یہ بالکل نیا طریقہ تحقیق تھا۔

درکھائم نے انسانوں کے اخلاق و اطوار کو مذہبی اور نفسیاتی دائرے سے اٹھ کر اسے سماجیاتی نقطہ نظر سے مطالعہ کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ درکھائم کی سماجیاتی فکر میں ہمیں دو بہت ہی اہم نکات ملتے ہیں اور ان کے تمام ہی نظریات اور سماجیاتی تصورات میں یہ دونوں نکات واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ پہلا نکتہ یہ ہیکہ درکھائم نے فرد پر سماج کو فوقیت دی ہے، اور دوسرا یہ ہیکہ سماج کو سائنسی انداز میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ دونوں خیالات ماہرین سماجیات کے درمیان ہمیشہ سے متنازع رہے ہیں اور آج بھی ہیں، لیکن درکھائم کے افکار کی معنویت آج بھی سماجیات میں پہلے جیسی ہے۔ چونکہ درکھائم سے پہلے سماج میں واقع ہونے والی ہر چیز کا انتساب فرد کی طرف کیا جاتا تھا، یعنی ہر چیز کو فرد سے جوڑ کر دیکھا جاتا تھا، یہاں تک کہ وہ مسائل جو واضح طور پر سماجی ہوتے تھے جیسے نسلی اور علاقائی عصبیت، ذات پات، فرقہ واریت، اور بڑے بڑے معاشیاتی مسائل کو بھی فرد کی سطح پر دیکھا جاتا رہا ہے۔ درکھائم کی تحقیقات نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ فرد کے اخلاق و عادات سماجی اور اجتماعی قوتوں کے تابع ہوتے ہیں۔ چنانچہ خودکشی کے تعلق سے بھی وہ فرد کی نفسیات پر نہیں، بلکہ سماجی قوتوں پر بحث کرتا ہے۔

درکھائم کا نظریہ خودکشی (Durkheim's Theory of Suicide)

خودکشی (Suicide) پر درکھائم کی تحقیق سے ہمیں معلوم چلتا ہے کہ ایک ماہر سماجیات کو نظریہ اور ریسرچ کو کس طرح جوڑنا چاہئے۔ درکھائم کا کہنا تھا کہ اس تحقیق سے اس کا مقصد صرف ایک خاص سماجی مسئلہ کا مطالعہ کرنا نہیں ہے بلکہ وہ اس کے ذریعہ ایک نئے سماجیاتی طرز تحقیق سے لوگوں کو روشناس کرانا چاہتا ہے۔ خودکشی کو عموماً ایک ذاتی عمل سمجھا جاتا ہے، لیکن درکھائم کے مطابق یہ ایک سماجی عمل ہے اور درکھائم نے اس پر تحقیق کر کے یہ ثابت کر دیا کہ سماجیاتی طور پر خودکشی کو کیسے واضح بیان کیا جاسکتا ہے۔

بحیثیت ایک ماہر سماجیات درکھائم کا مقصد اس ریسرچ کے ذریعہ یہ بیان کرنا نہیں تھا کہ ایک فرد کیوں خودکشی کا ارتکاب کرتا ہے، بلکہ وہ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ کیوں ایک طبقے میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد دوسرے طبقے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ درکھائم نے اپنی اس تحقیق میں یوروپ کے مختلف علاقوں سے خودکشی سے متعلق پولیس ریکارڈ کا بغور مطالعہ کیا اور اس کی بنیاد پر وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ خودکشی ایک سماجی مظہر (Social Phenomenon) نا کہ نفسیاتی۔ اپنی اس تحقیق کے دوران درکھائم نے خودکشی کے موضوع پر بہت سی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس وقت کی غالب رائے کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ خودکشی (Suicide) کا سبب ذہنی اور نفسیاتی نہیں ہے، بلکہ اس کا سماجی

سبب ہے، اور ہمیں سماجی قوتوں میں ہی اس کے اسباب تلاش کرنے ہوں گے۔ اپنی اس رائے کے حق میں درکھائم نے جو دلائل دیئے ہیں وہ درج ذیل ہیں؛

(1) اس کا کہنا ہے کہ خودکشی کو کسی بھی نفسیاتی، جغرافیائی، موروثی اور ماحولیاتی اسباب سے ملحق نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے اس وقت خودکشی کے متعلق مواد (Data) کو سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ خودکشی کی تعداد اور غیر سماجی عوامل میں کسی بھی قسم تعلق باہمی (Correlation) نہیں ہے۔

(2) اس نے خودکشی کے سماجیاتی اسباب کی وضاحت کی اور بتایا کہ خودکشی کی تعداد کا سماجی حقائق کے ساتھ کس طرح تعلق باہمی (Correlation) ہے۔

(3) شماریاتی مواد (Statistical Data) کی بنیاد پر اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ خودکشی کی کچھ شرح سماج میں نارمل ہوتی ہے۔ دکھائم کا یہ کہنا ہے کہ خودکشی کے اسباب سماجیاتی ہیں۔ اگر درجہ حرارت (Temperature) خودکشی کے سبب ہوتا تو ان ممالک میں جہاں موسم سرد رہتا گرم رہتا ہے وہاں خودکشی کرنے والوں کی تعداد میں فرق نظر آتا، اسی طرح اگر اس کا تعلق ذہنی بیماری سے ہوتا تو خودکشی کی شرح اور ذہنی بیماری میں کوئی تعلق پایا جاتا۔ لیکن اس قسم کا کوئی ربط نہیں مل سکا، اس لئے درکھائم کا کہنا ہے کہ خودکشی کی شرح کا سبب سماجیاتی ہے نا کہ نفسیاتی یا ماحولیاتی۔ درکھائم نے شماریاتی تکنیک کو استعمال کرتے ہوئے خودکشی کے بہت سے سماجی اسباب کو تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے خودکشی کرنے والوں کی سماجی زندگی اور خودکشی کی شرح کے درمیان باہمی ربط کو تلاش کیا۔ اور مختلف سماجی عوامل (Variables) مثلاً، انسان کی شادی شدہ زندگی، علاقہ یعنی وہ شہر کا رہنے والا ہے یا دیہات کا، اس کی جنس اور مذہب وغیرہ کو اپنی تحقیق میں شامل کیا، اور خودکشی کی شرح اور ان سماجی عوامل کے درمیان ربط کو تلاش کیا۔ اپنی تحقیق کی بنیاد پر وہ درج ذیل نتیجے پر پہنچا ہے؛

(1) عورتوں کے مقابلے میں مردوں کے اندر خودکشی کے رجحانات زیادہ ہیں۔

(2) خودکشی کی شرح غیر شادی شدہ افراد میں زیادہ پائی جاتی ہے، کیونکہ شادی کے ذریعے انسان ایک مضبوط اور مستحکم رشتے میں بندھ جاتا ہے اور اسکی وجہ سے وہ خودکشی کے ارتکاب کرنے سے بچا رہتا ہے۔

(3) غیر ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں ترقی یافتہ ممالک میں خودکشی کی شرح زیادہ پائی جاتی ہے۔

(4) پروٹسٹنٹ (Protestant) فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ کیتھولک (Catholic) فرقے کے مقابلے میں زیادہ خودکشی کرتے ہیں۔ درکائم کا کہنا ہے کہ چونکہ پروٹسٹنٹ لوگوں کے آپسی رشتے کیتھولک کے مقابلے میں بہت مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے یہاں خودکشی کی شرح زیادہ ہے۔

(5) مردوں، عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگ اور غیر شادی شدہ لوگوں میں خودکشی کی شرح زیادہ ہے، وہیں عورتوں، یہودی مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد اور شادی شدہ لوگوں میں اسکی شرح کم ہے۔

درجہ بالا تمام ہی حالتوں کے متعلق درکھائم کا کہنا ہے کہ خودکشی کی شرح ان لوگوں میں زیادہ ہے جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مضبوطی سے جڑے ہوئے نہیں ہیں یعنی وہ آپس میں Less Integrated ہیں۔ اسی لئے درکھائم کا کہنا ہے کہ خودکشی ایک سماجی مظہر (Social Phenomenon) ہے۔اس کے مطابق نفسیاتی عوامل تو صرف اس بات کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ ایک فرد کیوں خودکشی کرتا ہے، لیکن سماجی حقائق (Social Facts) ہی صرف اس بات کی وضاحت کر سکتے ہیں کہ ایک گروہ میں خودکشی کرنے والوں کی تعداد دوسرے گروہ سے زیادہ یا کم کیوں ہے۔ درکھائم کے مطابق خودکشی کی چار اقسام ہیں؛خود پسندانہ خودکشی (Egoistic Suicide)، ایثار آمیز خودکشی (Altruistic suicide)، بے ضابطہ خودکشی (Anomic suicide)، اور جبر پر مبنی خودکشی (Fatalistic Suicide)۔

خودکشی کے اقسام (Types of Suicide)

خودکشی کے اقسام کو بیان کرتے ہوئے درکھائم نے دو طرح کے بندھن (Bonds) کی نشاندہی کی ہے جو افراد کو سماج سے جوڑے ہوئے ہوتا ہے(1) جوڑنے کی قوتیں(Forces of Integration) (2)ضابطہ کی قوتیں (Forces of Regulation)

(I) جوڑنے کی قوتیں (Forces of Integration)۔ انضمام اور جوڑنے کی حالت کی بنیاد پر دو طرح کی خودکشی ہوتی ہے۔ اور انضمام (Integration) کی دو حالتیں ہیں؛ ایک زیادہ انضمام (Over-Integration)اور دوسرا کم انضمام(Low-Integration) ۔ اس حالت کی بنیاد پر دو قسم کی خودکشی ہوتی ہے؛ ایثار آمیز خودکشی (Altruistic suicide) اور خود پسندانہ خودکشی (Egoistic Suicide)۔

(a) ایثار آمیز خودکشی (Altruistic Suicide)

خودکشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان اور سماج کے مابین رشتہ بہت مضبوط ہوتا ہے، یعنی فرد کی زندگی میں سماجی روایات اور اقدار بہت اہمیت ہوتی ہے۔ ان اقدار کی پاسداری کے لئے انسان اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ یہ حالات قدیم اور روایتی سماجوں میں دیکھنے کو ملتے تھے، جہاں میکانکی استحکام پایا جاتا تھا۔اس طرح کے سماج میں افراد اور سماج کے درمیان انضمام زیادہ (Over-Integration) رہتا ہے۔ مثال کے طور پر قدیم ہندو سماج میں ستی(Sati) کی رسم تھی۔ یہ ایک خودکشی تھی جس میں بیوی اپنے شوہر کی چتا کے ساتھ خود کو جلا ڈالتی تھی۔اسی طرح جنگوں میں لڑنے والے سپاہی ہوتے ہیں جو ملک کی سالمیت کی خاطر اپنی جان قربان کر ڈالتے ہیں۔ سماج کی غیر معمولی توقعات کے نتیجے میں خودکشی کی یہ قسم واقع ہوتی ہے۔ سماج اس قسم کی خودکشی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

(b)خود پسندانہ خودکشی (Egoistic Suicide)

خودکشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان اور سماج کے مابین رشتہ کمزور ہو جاتا ہے، یعنی جب انسان اور سماج کے درمیان کم انضمام (Low-Integration)ہوتا ہے، تب اس طرح کی خودکشی واقع ہوتی ہے جسے ہم خود پسندانہ خودکشی(Egoistic Suicide)

کے نام سے جانتے ہیں۔ جب سماجی رشتے کمزور ہو جاتے ہیں، فرد سب سے کٹ کر الگ تھلگ رہنے لگتا ہے، اپنے آپ کو اجنبی محسوس کرنے لگتا ہے اور اسے اس بات کا احساس ہونے لگتا ہے کہ وہ سماج کا حصہ نہیں ہے، یا سماج ایک علحدہ وجود ہے جس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، تو ایسی حالت میں اس کے اندر مایوسی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور وہ خودکشی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ خود پسندانہ خودکشی (Egoistic Suicide) وہ خودکشی جو ناکامی، ذہنی پریشانی اور مایوسی کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ درکھائم کا کہنا ہے کہ پروٹسٹنٹ کے مقابلے میں کیتھولک فرقے میں خودکشی شرح کم ہے، کیونکہ پروٹسٹنٹ فرقے میں فرد اور سماج کا ربط مضبوط اور گہرا نہیں ہوتا ہے، یعنی ان کے یہاں فرد اور سماج کے درمیان کم انضمام (Low-Integration) پایا جاتا ہے۔

(II) ضابطہ کی قوتیں (Forces of Regulation) ۔ اس سے مراد افراد کے طور طریقوں پر سماج کا کنٹرول ہے۔ افراد پر سماج کا زیادہ کنٹرول (Over-Regulation) اور کم کنٹرول (Under-Regulation) کی بنیاد پر درکھائم نے خودکشی کی دو قسمیں بیان کی ہے: بے ضابطہ خودکشی (Anomic suicide) ، اور جبر پر مبنی خودکشی (Fatalistic Suicide) ۔

(a) بے ضابطہ خودکشی (Anomic Suicide)

جب سماج میں اصول و ضوابط کا فقدان ہوتا ہے جو لوگوں کے طرز عمل کی رہنمائی کرے، تو ایسے وقت میں جب انسان خودکشی کرتا ہے تو اسے بے ضابطہ خودکشی یعنی Anomic Suicide کہا جاتا ہے۔ انسان پر سکون زندگی گزارنے کے لئے کچھ قواعد و ضوابط کا محتاج ہوتا ہے جو خوشی اور غم کے موقع پر اسکی رہنمائی کرے، لیکن بعض اوقات انسانی زندگی میں اچانک ایسے حالات پیش آجاتے ہیں جو انسان کے لئے ناقابل برداشت ہوتے ہیں اور اسے جھیلنے اور مقابلہ کرنے کا ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہوتا ہے۔ انسان ایسے وقت میں مایوسی اور قنوطیت کا شکار ہو جاتا ہے، اور پھر اس سے دلبرداشتہ ہو کر اپنے آپ کو ہلاک کر لیتا ہے۔ Anomie سے مراد وہ حالت ہے جس میں انسان کے پاس کوئی ضابطہ زندگی اور قانون نہ ہو، انسان اچانک واقع ہونے والے واقعے کی وجہ سے ذہنی الجھن کا شکار ہو جائے۔ مثال کے طور اگر اچانک سے معاشی بحران ہو جائے یا اچانک سے معاشی خوشحالی آجائے، تو ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے سماج انسان کو کوئی قاعدہ اور ضابطہ فراہم نہیں کرتا ہے۔ ایسی کیفیت جب انسان خودکشی کرتا ہے تو اسے بے ضابطہ خودکشی (Anomic Suicide) کہتے ہیں۔ چونکہ اس طرح کی خودکشی ضابطے کے فقدان (Under-Regulation) کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(b) جبر پر مبنی خودکشی (Fatalistic Suicide)

خودکشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب فرد کے اوپر سماج کا غیر معمولی کنٹرول ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی میں حد سے زیادہ کنٹرول اس کے لئے اذیت کا باعث ہوتی ہے، وہ اپنے آپ کو لاچار اور مجبور سمجھنے محسوس کرنے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ اس مصیبت سے چھٹکارا خودکشی کرنے میں ہی سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر، ایک نوکر ہے جسکی ہر حرکت پر اس کے مالک کی نظر ہوتی ہے، اور وہ اسکی پوری زندگی کو کنٹرول کرتا ہے، اس سے زیادہ کام لیتا ہے، اس پر غیر ضروری پابندیاں نافذ کرتا ہے اور ہر بہانے اسے تکلیف اور اذیت دیتا ہے۔ نتیجتاً وہ اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو ختم کر لیتا ہے۔ خودکشی کی اس قسم کو

جبر پر مبنی خود کشی (Fatalistic Suicide) کہتے ہیں، چونکہ اس میں فرد کے اوپر حد سے زیادہ پابندیاں (Over-Regulation) نافذ کی جاتی ہیں، اور فرد پر جبر کیا جاتا ہے، اسی لئے اسے جبر پر مبنی خود کشی کا نام دیا گیا ہے۔

درکھائم نے سماجیات کا دائرہ کار سماجی حقائق متعین کیا تھا، اور اس کی یہ فکر ہمیں اس کے تمام ہی تصورات میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ خود کشی کے حوالے سے اس نے اپنی تحقیق سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خود کشی (Suicide) کا سبب ذہنی اور نفسیاتی نہیں ہے، بلکہ اس کا سماجی سبب ہے، اور ہمیں سماجی قوتوں میں ہی اس کے اسباب تلاش کرنے ہوں گے۔

اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی کے مطالعے سے ہم نے یہ جانا کہ درکھائم کی فکر حوالے سے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس کی بنیاد اس نقطہ پر ہے کہ 'فرد کے اختیارات اجتماعی قوتوں (Collective Forces) کے تابع ہوتی ہیں' یعنی یہ سماجی قوتیں ہیں جو فرد کے اخلاق و اطوار اور سوچ وفکر کو تشکیل دیتی ہیں، اور فرد نادانستہ طور پر (Unconsciously) سماجی قوتوں کا اتباع کرتا رہتا ہے۔ اس اکائی میں ہم نے یہ بھی جانا کہ درکھائم کے مطابق خود کشی ایک سماجی مظہر (Social Phenomenon) ہے، اور اس کے نفسیاتی اور جغرافیائی عوامل نہیں ہیں، بلکہ سماجیاتی عوامل ہیں۔

کلیدی الفاظ (Key Words)

ایثار آمیز خود کشی (Altruistic Suicide) ۔ خود کشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان اور سماج کے مابین رشتہ بہت مضبوط ہوتا ہے۔ ان اقدار کی پاسداری کے لئے انسان اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ اس طرح کے سماج میں افراد اور سماج کے درمیان انضمام زیادہ (Over-Integration) رہتا ہے۔ مثال کے طور پر قدیم ہندو سماج میں ستی (Sati) کی رسم تھی۔

خود پسندانہ خود کشی (Egoistic Suicide) ۔ خود کشی کی یہ قسم اس وقت واقع ہوتی ہے جب انسان اور سماج کے مابین رشتہ کمزور ہو جاتا ہے، یعنی جب انسان اور سماج کے درمیان کم انضمام (Low-Integration) ہوتا ہے۔

بے ضابطہ خود کشی (Anomic Suicide) ۔ جب سماج میں اصول و ضوابط کا فقدان ہوتا ہے جو لوگوں کے طرز عمل کی رہنمائی کرے، تو ایسے وقت میں جب انسان خود کشی کرتا ہے تو اسے بے ضابطہ خود کشی یعنی Anomic Suicide کہا جاتا ہے۔ اس طرح کی خود کشی ضابطے کے فقدان (Under-Regulation) کی وجہ سے ہوتی ہے۔

جبر پر مبنی خود کشی (Fatalistic Suicide) ۔ خود کشی کی وہ قسم جس میں فرد کے اوپر سماج کا غیر معمولی کنٹرول ہوتا ہے۔ چونکہ اس میں فرد کے اوپر حد سے زیادہ پابندیاں (Over-Regulation) نافذ کی جاتی ہیں، اور فرد پر جبر کیا جاتا ہے، اسی لئے اسے جبر پر مبنی خود کشی کا نام دیا گیا ہے۔

اپنی معلومات کی جانچ کریں (Check Your Progress)

درکھائم کی بنیادی فکر کیا ہے ؟

خودکشی ایک سماجیاتی مظہر ہے۔اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟

خودکشی ایک سماجی حقیقت ہے۔اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں ؟

نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

(1) درج ذیل میں سے خودکشی کا تصور کس نے پیش کیا؟

(a) امائل درکھائم (b) کارل مارکس

(c) ٹالکٹ پارسنس (d) اگست کومٹ

(2) درج ذیل میں سے سماجی حقائق کا تصور کس نے دیا؟

(a) اگست کومٹ (b) امائل درکھائم

(c) کارل مارکس (d) ہربرٹ اسپینسر

(3) خودکشی ایک-------مظہر ہے

(a) سماجیاتی (b) نفسیاتی

(c) ماحولیاتی (d) جغرافیائی

(4) درکھائم نے خودکشی کی کتنی قسمیں بیان کی ہے ؟

(a) چار (b) دو

(c) تین (d) پانچ

(5) کسی فرد کی زندگی پر حد سے زیادہ کنٹرول ہونے کی صورت میں اگر وہ خودکشی کرلیتا ہے، تو یہ خودکشی کی کون سی قسم ہے ؟

(a) خودپسندانہ خودکشی (b) جبر پر مبنی خودکشی

(c) ایثار آمیز خودکشی (d) ان میں سے کوئی نہیں

(6) قدیم ہندو سماج میں پائی جانے والی رسم 'ستی' (Sati) درج ذیل میں سے خودکشی کی کون سی قسم ہے ؟

(a) خودپسندانہ خودکشی (b) جبر پر مبنی خودکشی

(c)دونوں　　　　(d)ان میں سے کوئی نہیں

(7) 'اچانک معاشی بحران کے نتیجے میں خودکشی کرنا' درج ذیل میں سے کس قسم کی مثال ہے؟

(a)بے ضابطہ خودکشی　　　　(b)ایثار آمیز خودکشی

(c)خودپسندانہ خودکشی　　　　(d)ان میں سے کوئی نہیں

(8) جب نوکر اپنے مالک کے ظلم واستحصال کی وجہ سے خودکشی کرلیتا ہے تو یہ درج ذیل میں سے خودکشی کی کون سی قسم ہے؟

(a)ایثار آمیز خودکشی　　　　(b)جبر پر مبنی خودکشی

(c)دونوں　　　　(d)ان میں سے کوئی نہیں

(9) سماجیات کو ایک خود مختار مضمون کی حیثیت سے متعارف کرانے میں درج ذیل سے کس مفکر کا اہم کردار رہا ہے؟

(a)اگست کومٹ　　　　(b)ہربرٹ اسپینسر

(c)امائل درکھائم　　　　(d)ان میں سے کوئی نہیں

(10)جب کوئی فوجی ملک کی سالمیت کی خاطر اپنی جان کو قربان کرتا ہے، تو درکھائم کے مطابق خودکشی کی یہ کون سی قسم کہلاتی ہے؟

(a)خودپسندانہ خودکشی　　　　(b)ایثار آمیز خودکشی

(c)جبر پر مبنی خودکشی　　　　(d)ان میں سے کوئی نہیں

مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

(1) خودکشی ایک سماجی مظہر ہے۔ اس پر ایک مختصر نوٹ لکھو۔

(2) درکھائم کی بنیادی فکر کیا ہے؟ مختصراً بیان کیجیے۔

(3) جبر پر مبنی خودکشی کو مختصراً بیان کیجیے۔

طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

(1) خودپسندانہ خودکشی کیا ہے؟ اور یہ کن حالات میں واقع ہوتی ہے؟ تفصیل سے وضاحت کیجیے۔

(2) ایثار آمیز خودکشی کو مثال سے واضح کیجیے۔

(3) بے ضابطہ خودکشی کیا ہوتی ہے؟ بیان کیجیے۔

مزید مطالعے کے لیے تجویز کردہ کتابیں (Suggested Books for Further Readings)

Author	**Book**
Anthony Giddens:	Sociology
Haralambos:	Sociology: Themes and Perspective

N. Aadinaryanappa: Basic Concepts of Sociology

P Chand Basa: Sociology Basic Concepts